ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 21 شمارہ 06 جنوری 2024ء - جمادی الاخریٰ 1445ھ

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

جلد 21 شمارہ 06

جنوری 2024ء - جمادی الاخریٰ 1445ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد ناصر
مولانا طارق محمود
مولانا محمد ریحان

فی شمارہ.................... 50 روپے
سالانہ.................... 500 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email:idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال ....دین میں فساداور باہمی اختلافات کا فتنہ........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط 46)..................................اللہ کے وعدہ کی صداقت

اورمسلمانوں کی آزمائش...// // 6

درسِ حدیث .... برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط 27)... // // 15

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات...مفتی محمد رضوان 23

علم کے مینار: ....فقہ مالکی، منہج، تلامذہ،

کتب، مختصر تعارف (تیرہواں حصہ)...مفتی غلام بلال 27

تذکرۂ اولیاء: ....پاکستان میں مسئلہ ٹیکس اور

خلافتِ عمر سے اس کا حل (قسط 1)...............................مولانا محمد ریحان 32

پیارے بچو!...........................بندر کی حاضر دماغی.........................// // 35

بزمِ خواتین ...ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (گیارہواں حصہ).....مفتی طلحہ مدثر 37

آپ کے دینی مسائل کا حل ....تکفیر بازی ومغالطاتِ

سلفی کا جائزہ (قسط 15)...ادارہ 39

کیا آپ جانتے ہیں؟ ....شیخ الہند کا زندگی کے

آخری حصہ میں سیکھا ہوا سبق..مفتی محمد رضوان 50

عبرت کدہ ....حضرت موسیٰ اور قارون (دوسرا حصہ).......مولانا طارق محمود 56

طب وصحت...............عیادت میں تسلی دینے کی اہمیت.........حکیم مفتی محمد ناصر 60

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز............................// // 61

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

دین میں فساد اور باہمی اختلافات کا فتنہ

آج ہم جس دور سے گذر رہے ہیں، وہ قربِ قیامت کا دور ہے، جس میں بڑی تیزی کے ساتھ مختلف فتنے رونما ہورہے ہیں، جن کی بہت سی احادیث میں پیش گوئی کردی گئی تھی، ان سے مسلمانوں کو آگاہی اور واقفیت کا حاصل ہونا بہت ضروری نہیں۔

ان فتنوں میں دین میں فساد واختلاط اور باہمی اختلاف کا فتنہ بھی ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ نَبِیُّ اللّٰـهِ صَلَّـی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ مَا أَنْتُمْ إِذَا مَرَجَ الدِّیْنُ، وَسُفِکَ الـدَّمُ، وَظَهَـرَتِ الـزِّیْـنَةُ، وَشَرُفَ الْبُنْیَانُ، وَاخْتَلَفَ الْأَخْوَانُ، وَحُرِّقَ الْبَیْتُ الْعَتِیْقُ (المعجم الکبیر للطبرانی،رقم الحدیث ۱۴) [1]

ترجمہ: ایک دن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا اس وقت کیا بنے گا، جب دین میں فساد واختلاط پیدا ہوجائے گا، اور خونریزی ہوگی، اور ظاہری زیب وزینت، اور نمود ونمائش کا ظہور ہوگا، اور عمارتیں اونچی وبلندوبالا ہوجائیں گی، اور بھائیوں (یعنی نسبی بھائیوں، اور اسلامی اخوت کے رشتوں) میں اختلاف رونما ہوجائے گا، اور بیت اللہ شریف کو جلایا جائے گا (طبرانی)

ایک روایت میں دنیا کی طرف رغبت عام ہوجانے کا ذکر ہے۔ [2]

---

[1] قال الهیثمی:رواه الطبرانی، ورجاله ثقات(مجمع الزوائد،ج۷،ص ۳۱۰،باب فیما یکون من الفتن ،تحت رقم الحدیث ۱۲۳۷۱)

[2] عن میمونة، قالت :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات یوم " :کیف أنتم إذا مرج الدین، وظهرت الرغبة، واختلفت الإخوان، وحرق البیت العتیق (مسند احمد،رقم الحدیث ۲۶۸۲۹)

قال شعیب الارنؤوط:إسناده حسن(حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی رغبت زیادہ، اور دین کی رغبت کم ہوجائے گی، اور اس کے نتیجہ میں پھر دین میں فساد واختلاط، بناؤ سنگھار، ظاہری زیب وزینت، بلند وبالا عمارات، خون ریزی، باہمی اختلافات جیسے فتنے رونما ہوں گے۔

اور ایک روایت میں خبروں کے اختلاف کا ذکر ہے۔ [1]

جیسا کہ موجودہ زمانہ میں میڈیا کے ذریعہ یہ کام تیزی سے ہو رہا ہے، جس کے ذریعہ ہر طرف وہمہ وقت برق رفتاری کے ساتھ طرح طرح کی خبروں کا چرچا وتبصرہ ہے۔

موجودہ زمانہ میں حدیث میں ذکر کئے گئے فتنے بہت تیزی سے پھیلتے جا رہے ہیں۔

چنانچہ دین میں جس طرح کا فساد واختلاط پیدا ہو چکا ہے، وہ کسی ادنیٰ شعور والے مسلمان سے ڈھکا چھپا نہیں، جس کے مظاہر آپس میں دینی اختلاف وانتشار کی شکل میں رونما ہوتے ہیں۔ [2]

اس کے علاوہ قتل اور خون ریزی بھی عام ہوگئی ہے، ذرا ذرا سی بات پر دوسرے کو جانی نقصان پہنچانا، اور قتل کر دینا، ایک کھیل تماشا بن گیا ہے۔

اور جہاں تک ظاہری زیب وزینت اور خوبصورتی، اور بناؤ سنگھار کا تعلق ہے، تو سب کو معلوم ہے کہ ان چیزوں میں کس قدر انہماک بڑھ گیا ہے، ہر چیز کے ظاہر کو مزین کرنے کا رواج اتنا زیادہ بڑھ گیا ہے کہ اس کے مقابلہ میں پائیداری اور مضبوطی کو بھی نظر انداز کیا جانے لگا ہے، پرانی، خراب اور بوسیدہ چیزوں کو مزین اور بوڑھوں کو جوان، کالوں کو گورے بنا کر پیش کیا جانا ایک عام سی بات ہوگئی ہے۔ اور جہاں تک بلند وبالا عمارات کا تعلق ہے، تو گزشتہ چند دہائیوں سے اس سلسلہ میں جس تیزی سے اضافہ دیکھنے میں آیا ہے، وہ بہت حیران کن ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن واقعات

---

[1] عن میمونة، قالت :قال لنا نبی الله صلی الله علیه وسلم ذات یوم :کیف أنتم إذا مرج الدین، وظهرت الرعیة، واختلفت الأخبار، وحرق البیت العتیق(المعجم الکبیر للطبرانی ،رقم الحدیث ٦٧)

[2] ومرج الدین اختلط واضطرب .وفی (المحکم) : مرج الأمر مرجا فهو مارج ومریج :التبس واختلط، ومرج أمره یمرجه :ضیعه، ورجل ممارج یمرج أموره ولا یحکمها ومرج العهد والدین والأمانة: فسد، وأمرج عهده :لم یف به(عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج۴،ص ۲۶۱ کتاب الصلاة،باب تشبیک الأصابع فی المسجد وغیره)

www.idaraghufran.org

کے رونما ہونے سے قبل قیامت کے قائم نہ ہونے کا ذکر فرمایا ہے،ان میں ایک بات بھی ہے کہ:

وَحَتَّى يَتَطَاوَلَ النَّاسُ فِي الْبُنْيَانِ(صحیح البخاری،رقم الحدیث ۷۱۲۱)

ترجمہ:اور یہاں تک کہ لوگ لمبی لمبی عمارات نہ بنانے لگیں (بخاری)

اورحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ:

وَإِذَا تَطَاوَلَ رِعَاءُ الْبُهْمِ فِي الْبُنْيَانِ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا (صحیح مسلم،رقم الحدیث ۵"۹")

ترجمہ:اور جب جانوروں کو چرانے والے لمبی لمبی عمارات بنانے لگیں،تو یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے(صحیح مسلم)

بیت اللہ کو جلانے کا واقعہ بھی کسی وقت رونما ہوسکتا ہے،پہلے بھی ہلکے پھلکے کچھ واقعات رونما ہوئے۔

اور جہاں تک مسلمانوں میں اختلاف اور پھوٹ پڑنے کا تعلق ہے،تو مسلمانوں کے باہمی اختلافات اب اس قدر شدید ہو چکے ہیں کہ اب ان میں حق و باطل کی پہچان بھی ختم ہوتی جا رہی ہے ،ہر شخص اپنی کہے جاتا ہے،دوسرے کی سننے کے لئے آمادہ نہیں،باہمی اختلافات میں شدت آتی جارہی ہے،روز بروز قربتیں کم ہوکر بعد پیدا ہوتا جارہا ہے،سوشل میڈیا پر ہمہ وقت دین کی بات ہو،یا دنیا کی،جو باہمی اختلاف وانتشار کی فضا بنی ہوئی ہے،اس کا سرا ملنا مشکل ہے،سوشل میڈیا پر ہر ایک نے اپنی اپنی گروپ بندی کر کے مورچے سنبھال رکھے ہیں،اور وہ ہمہ تن اپنی مدِ مقابل فوج کا مقابلہ کرنے پر کمر بستہ نظر آتا ہے،قطع نظر اس سے کہ اس کے اپنے موقف میں کتنا وزن ہے،اور اس کے مدِ مقابل کے موقف میں کتنی مضبوطی ہے،اس کے بجائے اس کی بنیاد اپنی پسند ونا پسند پر ہے،اور پسند ونا پسند کا مدار اپنے اپنے گروپ وجتھوں کی حمایت وطرف داری پر ہو چکا ہے۔

مسلمان قرآن وسنت سے بہت دور ہو گئے ہیں،اور قرآن وسنت کی تعلیمات وہدایات کی جگہ دین کے عنوان سے ایسی ایسی باتوں نے شہرت اختیار کر لی ہے،جن کا قرآن وسنت سے دور کا بھی واسطہ وتعلق نہ تھا،لیکن ہر طبقے اور ہر مکتبِ فکر سے وابستہ مخصوص لوگ ان باتوں کی اس طرح سے ذہن سازی کر کے ذہنوں میں پختہ طور پر راسخ کر دیتے ہیں کہ ان کے سامنے دوسری باتوں کو سننا اور سمجھنا گوارا نہیں ہوتا۔اللہ اصلاحِ احوال کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

www.idaraghufran.org

درسِ قرآن(سورہ آلِ عمران: قسط46، آیت نمبر152، 153) مفتی محمد رضوان

اللہ کے وعدہ کی صداقت اور مسلمانوں کی آزمائش

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (152) اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (153) (سورة آلِ عمران)

ترجمہ: اور البتہ تحقیق سچا کر دکھایا تم کو، اللہ نے اپنا وعدہ، جب قتل کر رہے تھے ان کو تم، اس (اللہ) کے حکم سے، یہاں تک کہ جب ہمت ہار گئے تم، اور تنازعہ کیا تم نے حکم میں، اور نافرمانی کی تم نے، اس کے بعد کہ دکھا دیا تمہیں اس (اللہ) نے، اس چیز کو، جو پسند کرتے تھے تم، تم میں سے بعض وہ تھے جو چاہتے تھے دنیا کو، اور تم میں سے بعض وہ تھے، جو چاہتے تھے آخرت کو، پھر پھیر دیا اس (اللہ) نے تم کو، ان سے، تا کہ آزمائش کرے وہ (اللہ) تمہاری، اور البتہ تحقیق معاف کر دیا اس (اللہ) نے تم کو، اور اللہ فضل والا ہے مومنوں پر (152) جب چڑھ رہے تھے تم اور نہیں پلٹ کر دیکھتے تھے تم کسی کو، اور رسول بلا رہا تھا تم کو تمہارے پیچھے سے، پھر پہنچایا اس (اللہ نے) تم کو غم پر غم، تا کہ غمگین نہ ہو تم، اس چیز پر، جو فوت ہو گئی تم سے، اور نہ اس پر جو پہنچی تم کو، اور اللہ خوب خبردار ہے، ان چیزوں سے جو عمل کرتے ہو تم (153)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے سچ اور حق ہونے کی عملی شکل کا ذکر فرمایا ہے۔

www.idaraghufran.org

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ آیات میں احد کے موقع کی حالت کو بیان کیا گیا ہے۔

جن کی روشنی میں مذکورہ آیات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے مسلمانوں سے جو فتح ونصرت کا وعدہ فرمایا تھا، اس کو بلاشبہ یقینی طور پر سچا کر دیا، جب اللہ کی طرف سے احد کے موقع پر کافروں کو قتل کرنے کا حکم ملا، حالانکہ مسلمان کافروں سے قتال کرنے سے ہمت ہار رہے تھے، جس کی وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مخصوص مقام پر قائم رہنے کے حکم کی مخالفت، اور حکمِ نبی کی نافرمانی تھی جو محبت والی چیز یعنی مالِ غنیمت کو دیکھ کر پیدا ہوئی تھی، کیونکہ بعض لوگ دنیا، یعنی مالِ غنیمت کو حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، اور بعض آخرت کا ارادہ رکھتے تھے، سب کی نیت دنیا کی نہیں تھی، لیکن دوسروں کی نیت سے ان کو بھی ظاہری وعارضی شکست کے اثرات سے دوچار ہونا پڑا، لیکن پھر اللہ نے جلد ہی کافروں کے غلبہ کو پھیر دیا، اور اس شکست وہزیمت کو فتح وکامیابی سے تبدیل فرمادیا، جس میں اللہ کی طرف سے بندوں کی آزمائش تھی، تاکہ مخلصین وغیر مخلصین میں امتیاز ہوجائے، اور جن کے دلوں میں اخلاص نہیں تھا، ان کی بھی اصلاح کا انتظام ہوجائے، اس لئے اللہ نے توبہ کرنے کے بعد معاف فرمادیا، اور اللہ مومنوں پر بہت عظیم فضل والا ہے۔

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا، جب مسلمان احد پہاڑ پر چڑھ رہے تھے، تاکہ کفار کی نظر وپہنچ سے دور ہوجائیں، اور ہر ایک اپنی جان بچانے کی طرف متوجہ تھا کسی کو کسی کی طرف توجہ نہیں تھی، اور اللہ کا رسول تمہیں پیچھے سے بلا رہا تھا، پس اللہ نے تم کو غم پر غم میں مبتلاء کردیا، ایک غم تو حکم عدولی سے نبی کو پہنچا، پھر جب شکست وہزیمت ہونے لگی، اور مالِ غنیمت سے بھی محرومی کا ڈر ہوا، تو یہ ایک اور غم تھا۔

اور اللہ نے تمہاری غلطی کو معاف، اور شکست کو فتح سے اس لئے تبدیل فرمادیا، تاکہ نہ تو تم کو مالِ غنیمت وغیرہ سے محروم ہونے کا غم رہے، اور نہ ہی تم کو اس کا غم رہے، جو اس موقع پر کفار کی طرف سے ہزیمت اور قتل کی شکل میں تکلیف پہنچی، اور اللہ کو بندوں کے سب اعمال کی خبر ہے، اس سے کسی کے ظاہر اور باطن کا عمل اور حالت مخفی نہیں۔

اب چند روایات غزوۂ احد کے موقع کے بارے میں ملاحظہ کرلی جائیں۔

حضرت عبیداللہ سے روایت ہے کہ:

www.idaraghufran.org

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: مَا نَصَرَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ مَوْطِنٍ، کَمَا نَصَرَ یَوْمَ أُحُدٍ، قَالَ: فَأَنْکَرْنَا ذٰلِکَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَیْنِیْ وَبَیْنَ مَنْ اَنْکَرَ ذٰلِکَ کِتَابُ اللّٰهِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُولُ فِیْ یَوْمِ أُحُدٍ: ”وَلَقَدْ صَدَقَکُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ إِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِإِذْنِهٖ“ یَقُوْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَالْحَسُّ: اَلْقَتْلُ ”حَتّٰی إِذَا فَشِلْتُمْ“ إِلٰی قَوْلِهٖ ”وَلَقَدْ عَفَا عَنْکُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ“ وَإِنَّمَا عَنَی بِهٰذَا الرُّمَاةَ. وَذٰلِکَ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَقَامَهُمْ فِیْ مَوْضِعٍ، ثُمَّ قَالَ: اُحْمُوْا ظُهُوْرَنَا، فَإِنْ رَأَیْتُمُوْنَا نُقْتَلُ، فَلَا تَنْصُرُوْنَا، وَإِنْ رَأَیْتُمُوْنَا قَدْ غَنِمْنَا فَلَا تُشْرِکُوْنَا.

فَلَمَّا غَنِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبَاحُوْا عَسْکَرَ الْمُشْرِکِیْنَ، أَکَبَّ الرُّمَاةُ جَمِیْعًا، فَدَخَلُوا فِي الْعَسْکَرِ یَنْهَبُوْنَ. وَقَدِ الْتَقَتْ صُفُوْفُ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَهُمْ هٰکَذَا، وَشَبَّکَ بَیْنَ أَصَابِعِ یَدَیْهِ، وَالْتَبَسُوْا، فَلَمَّا أَخَلَّ الرُّمَاةُ تِلْکَ الْخَلَّةَ الَّتِیْ کَانُوْا فِیْهَا، دَخَلَتِ الْخَیْلُ مِنْ ذٰلِکَ الْمَوْضِعِ عَلٰی أَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَضَرَبَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، وَالْتَبَسُوْا، وَقُتِلَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ نَاسٌ کَثِیْرٌ، وَقَدْ کَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهٖ أَوَّلُ النَّهَارِ، حَتّٰی قُتِلَ مِنْ أَصْحَابِ لِوَاءِ الْمُشْرِکِیْنَ سَبْعَةٌ، أَوْ تِسْعَةٌ.

وَجَالَ الْمُسْلِمُوْنَ جَوْلَةً نَحْوَ الْجَبَلِ، وَلَمْ یَبْلُغُوْا حَیْثُ یَقُوْلُ النَّاسُ الْغَارَ، إِنَّمَا کَانُوْا تَحْتَ الْمِهْرَاسِ، وَصَاحَ الشَّیْطَانُ: قُتِلَ مُحَمَّدٌ، فَلَمْ یُشَکَّ فِیْهِ أَنَّهُ حَقٌّ، فَمَا زِلْنَا کَذٰلِکَ مَا نَشُکُّ أَنَّهُ قَدْ قُتِلَ، حَتّٰی طَلَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ السَّعْدَیْنِ نَعْرِفُهُ بِتَکَفُّئِهٖ إِذَا مَشٰی، قَالَ: فَفَرِحْنَا حَتّٰی کَأَنَّهُ لَمْ یُصِبْنَا مَا أَصَابَنَا، قَالَ: فَرَقِیَ نَحْوَنَا، وَهُوَ یَقُوْلُ: اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی قَوْمٍ دَمَّوْا وَجْهَ رَسُولِهٖ، قَالَ: وَیَقُوْلُ مَرَّةً أُخْرٰی: اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ لَیْسَ لَهُمْ أَنْ یَّعْلُوْنَا، حَتّٰی انْتَهٰی إِلَیْنَا۔

فَمَکَثَ سَاعَةً، فَإِذَا أَبُوْ سُفْیَانَ یَصِیْحُ فِیْ أَسْفَلِ الْجَبَلِ: اُعْلُ هُبَلُ، مَرَّتَیْنِ، یَعْنِیْ آلِهَتَهٗ، أَیْنَ ابْنُ أَبِیْ کَبْشَةَ؟ أَیْنَ ابْنُ أَبِیْ قُحَافَةَ؟ أَیْنَ ابْنُ الْخَطَّابِ؟ فَقَالَ عُمَرُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَلَا أُجِیْبُهٗ؟ قَالَ: بَلٰی، فَلَمَّا قَالَ: اُعْلُ هُبَلُ، قَالَ عُمَرُ: اَللّٰهُ أَعْلٰی وَأَجَلُّ، قَالَ: فَقَالَ أَبُوْ سُفْیَانَ: یَا ابْنَ الْخَطَّابِ، إِنَّهُ قَدِ

www.idaraghufran.org

انـعَـمَـتْ عَيْنُهَا، فَعَادِ عَنهَا، أَوْ فَعَالِ عَنهَا، فَقَالَ: أَيْنَ ابْنُ أَبِي كَبْشَةَ؟ أَيْنَ ابْـنُ أَبِي قُحَافَةَ؟ أَيْنَ ابْنُ الْخَطَّابِ؟ فَقَالَ عُمَرُ: هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهٰذَا أَبُوْ بَكْرٍ، وَهَا أَنَا ذَا عُمَرُ ۔
قَـالَ: فَـقَـالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ، اَلْأَيَّامُ دُوَلٌ، وَإِنَّ الْحَرْبَ سِجَالٌ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: لَا سَوَاءً، قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ، وَقَتْلَاكُمْ فِي النَّارِ، قَالَ: إِنَّكُمْ لَتَـزْعُـمُـوْنَ ذٰلِكَ، لَـقَـدْ خِبْنَا إِذَنْ وَخَسِرْنَا، ثُمَّ قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: أَمَا إِنَّكُمْ سَوْفَ تَجِدُوْنَ فِيْ قَتْلَاكُمْ مَثْلٰى ، وَلَمْ يَكُنْ ذَاكَ عَنْ رَأْيِ سَرَاتِنَا، قَالَ: ثُـمَّ أَدْرَكَتْـهُ حَـمِيَّةُ الْـجَـاهِـلِيَّةِ، قَـالَ: فَـقَالَ: أَمَا إِنَّـهُ قَدْ كَانَ ذَاكَ، وَلَمْ نَكْرَهْهُ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٦٠٩) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس طرح اللہ نے جنگِ احد کے موقع پر مسلمانوں کی مدد فرمائی، کسی اور موقع پر اس طرح سے مدد نہیں فرمائی، راوی کہتے ہیں کہ ہمیں (ابنِ عباس کی بیان کردہ) اس بات پر تعجب ہوا، تو ابنِ عباس نے فرمایا کہ میری بات پر تعجب کرنے والوں اور میرے درمیان اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب فیصلہ کرے گی، اللہ عزوجل غزوہ احد کے بارے (سورہ آلِ عمران) میں فرماتا ہے کہ ’’وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِإِذْنِهِ‘‘ حضرت ابنِ عباس فرماتے ہیں کہ ’’الحس‘‘ سے مراد ’’قتل‘‘ ہے، پھر ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے ’’حَتّٰى إِذَا فَشِلْتُمْ ‘‘ سے ’’وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ‘‘ تک آیت تلاوت فرمائی، اور اس سے تیر انداز کا مراد ہونا بتلایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کو ایک جگہ پر کھڑا کیا تھا، اور ان سے فرمادیا تھا کہ تم لوگ پشت کی طرف سے ہماری حفاظت کروگے، اگر تم ہمیں قتل ہوتا ہوا بھی دیکھو، تو ہماری مدد کو نہ آنا، اور اگر ہمیں مالِ غنیمت اکٹھا کرتے ہوئے دیکھو، تب بھی ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔
چنانچہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین پر فتح حاصل ہوئی، اور مسلمان مشرکین کے لشکر پر ٹوٹ پڑے، تو وہ تیر انداز اپنی جگہ چھوڑ کر مشرکین کے لشکر میں داخل ہوگئے، اور

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

مال غنیمت جمع کرنا شروع کردیا۔ یوں صحابۂ کرام کی صفیں آپس میں یوں مل گئیں، راوی نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کرکے دکھائیں اور یہ لوگ خلط ملط ہوگئے، ادھر جب تیراندازوں کی جگہ خالی ہوگئی، تو یہاں سے کفار کے گھوڑے اتر اتر کر صحابۂ کرام کی طرف بڑھنے لگے، لوگ ایک دوسرے کو مارنے لگے، اور انہیں التباس ہونے لگا، اس طرح بہت سے مسلمان شہید ہوگئے، حالانکہ میدان صبح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام ہی کے ہاتھ میں تھا، اور مشرکین کے سات، یا نو علمبردار بھی مارے گئے تھے۔ بہرحال! مسلمان پہاڑ کی طرف گھوم کر پلٹے، لیکن وہ اس غار تک نہ پہنچ سکے، جو لوگ کہہ رہے تھے، وہ محض ایک ہاون دستہ نما چیز کے نیچے رہ گئے تھے، دوسری طرف شیطان نے یہ افواہ پھیلادی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے، کسی کو اس کے صحیح ہونے میں شک تک نہ ہوا، ابھی ہماری یہی کیفیت تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ''سعد'' نامی دو صحابہ کے درمیان ظاہر ہوئے، ہم نے انہیں ان کی چال ڈھال سے پہچان لیا، ہم بہت خوش ہوئے اور ایسی خوشی محسوس ہوئی کہ گویا ہمیں کوئی تکلیف پہنچی ہی نہیں تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف چڑھنے لگے، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمارہے تھے کہ اس قوم پر اللہ کا بڑا سخت غضب نازل ہوگا۔ جس نے اپنے رسول کے چہرے کو خون آلود کردیا، پھر فرمایا کہ اے اللہ! یہ ہم پر غالب نہ آنے پائیں، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک پہنچ گئے۔ ابھی کچھ ہی دیر گذری تھی کہ ابوسفیان (جنہوں نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا) کی آواز پہاڑ کے نیچے سے آئی، جس میں وہ اپنے معبود ''ہبل کی بلندی ہو'' کے نعرے لگارہا تھا، اور کہہ رہا تھا کہ ابنِ ابی کبشہ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں؟ ابنِ ابی قحافہ (یعنی حضرت ابوبکر صدیق) کہاں ہیں؟ ابنِ خطاب (یعنی حضرت عمر فاروق) کہاں ہیں؟ حضرت عمر نے یہ سن کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں اسے جواب نہ دوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جواب دے دو، چنانچہ جب ابوسفیان نے ''ہبل کی بلندی'' کا نعرہ لگایا، تو حضرت عمر

نے ”اللہ اکبر“ کا نعرہ لگایا، اور فرمایا کہ اللہ بلند و برتر ہے اور بزرگی والا ہے، ابوسفیان کہنے لگا کہ اے ابنِ خطاب! تم ہبل سے دشمنی کرو، یا دوستی، اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں، پھر کہنے لگا کہ ابنِ ابی کبشہ، ابنِ ابی قحافہ اور ابنِ خطاب کہاں ہیں؟ حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں، یہ حضرت ابوبکر موجود ہیں، اور یہ میں ہوں عمر۔ ابوسفیان نے کہا کہ یہ جنگِ بدر کا انتقام ہے، دن کی مثال ڈول کی طرح ہے اور جنگ بھی ڈول کی طرح ہوتی ہے (جو کبھی کسی کے ہاتھ لگ جاتا ہے اور کبھی کسی کے) حضرت عمر نے فرمایا کہ اس میں بھی برابری نہیں، ہمارے مقتول جنت میں ہوں گے، اور تمہارے مقتول جہنم میں، ابوسفیان نے کہا کہ یہ تمہارا خیال ہے، اگر ایسا ہو تو یقیناً ہم نقصان اور گھاٹے میں رہے، پھر اس نے کہا کہ مقتولین میں تمہیں کچھ لاشیں ایسی بھی ملیں گی، جن کے ناک کان کاٹ لیے گئے ہیں، یہ ہمارے سرداروں کے مشورے سے نہیں ہوا، پھر اسے جاہلیت کی حمیت نے گھیر لیا، اور وہ کہنے لگا کہ بہرحال! ایسا ہوا ہے، گویا اس نے اسے ناپسند نہیں سمجھا (مسند احمد)

حضرت شعبی سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، أَنَّ النِّسَاءَ كُنَّ يَوْمَ أُحُدٍ خَلْفَ الْمُسْلِمِيْنَ، يُجْهِزْنَ عَلٰى جَرْحَى الْمُشْرِكِيْنَ، فَلَوْ حَلَفْتُ يَوْمَئِذٍ رَجَوْتُ أَنْ أَبَرَّ ،إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَّا يُرِيْدُ الدُّنْيَا، حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ:”مِنْكُمْ مَنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُّرِيْدُ الْآخِرَةَ، ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ“

فَلَمَّا خَالَفَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَصَوْا مَا أُمِرُوْا بِهٖ، أُفْرِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ تِسْعَةٍ:سَبْعَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ، وَرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ وَهُوَ عَاشِرُهُمْ، فَلَمَّا رَهِقُوْهُ، قَالَ:رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا رَدَّهُمْ عَنَّا ، قَالَ:فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَقَاتَلَ سَاعَةً حَتّٰى قُتِلَ، فَلَمَّا رَهِقُوْهُ أَيْضًا، قَالَ:يَرْحَمُ اللّٰهُ رَجُلًا رَدَّهُمْ عَنَّا، فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذَا، حَتّٰى قُتِلَ السَّبْعَةُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَاحِبَيْهِ:مَا أَنْصَفْنَا أَصْحَابَنَا .فَجَاءَ أَبُوْ سُفْيَانَ، فَقَالَ: اُعْلُ هُبَلُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

www.idaraghufran.org

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:قُوْلُوْا اَللّٰهُ أَعْلٰى وَأَجَلُّ، فَقَالُوْا:اَللّٰهُ أَعْلٰى وَأَجَلُّ، فَقَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ:لَنَا عُزّٰى، وَلَا عُزّٰى لَكُمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:قُوْلُوْا اَللّٰهُ مَوْلَانَا، وَالْكَافِرُوْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ،ثُمَّ قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ:يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ يَوْمٌ لَنَا، وَيَوْمٌ عَلَيْنَا، وَيَوْمٌ نُسَاءُ، وَيَوْمٌ نُسَرُّ، حَنْظَلَةُ بِحَنْظَلَةَ، وَفُلَانٌ بِفُلَانٍ، وَفُلَانٌ بِفُلَانٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَا سَوَاءً، أَمَّا قَتْلَانَا فَأَحْيَاءٌ يُرْزَقُوْنَ، وَقَتْلَاكُمْ فِي النَّارِ يُعَذَّبُوْنَ ،قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ:قَدْ كَانَتْ فِي الْقَوْمِ مُثْلَةٌ، وَإِنْ كَانَتْ لَعَنْ غَيْرِ مَلَأٍ مِنَّا، مَا أَمَرْتُ وَلَا نَهَيْتُ، وَلَا أَحْبَبْتُ، وَلَا كَرِهْتُ، وَلَا سَاءَنِيْ، وَلَا سَرَّنِيْ. قَالَ:فَنَظَرُوْا فَإِذَا حَمْزَةُ قَدْ بُقِرَ بَطْنُهُ، وَأَخَذَتْ هِنْدُ كَبِدَهُ فَلَاكَتْهَا، فَلَمْ تَسْتَطِعْ أَنْ تَأْكُلَهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:أَأَكَلَتْ مِنْهُ شَيْئًا،قَالُوْا:لَا،قَالَ:مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُدْخِلَ شَيْئًا مِّنْ حَمْزَةَ النَّارَ، فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَمْزَةَ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ، وَجِيْءَ بِرَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَوُضِعَ إِلٰى جَنْبِهِ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ، فَرُفِعَ الْأَنْصَارِيُّ، وَتُرِكَ حَمْزَةُ، ثُمَّ جِيْءَ بِآخَرَ فَوَضَعَهُ إِلٰى جَنْبِ حَمْزَةَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ رُفِعَ، وَتُرِكَ حَمْزَةُ حَتّٰى صَلّٰى عَلَيْهِ يَوْمَئِذٍ سَبْعِيْنَ صَلَاةً (مسند احمد، رقم الحديث ۴۴۱۴) [1]

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن خواتین مسلمانوں کے پیچھے تھیں،اور مشرکین کے زخمیوں کی دیکھ بھال کررہی تھیں،اگر میں قسم کھا کرکہوں تو میری قسم صحیح ہوگی کہ اس دن ہم میں سے کوئی شخص دنیا کا خواہش مند نہ تھا،یہاں تک کہ اللہ نے (سورہ آلِ عمران کی) یہ آیت نازل فرمادی''مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُّرِيْدُ الْآخِرَةَ، ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ''

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی،اور جس چیز کا ان کو حکم دیا گیا تھا،اس کی نافرمانی کی،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف نو افراد کے درمیان تنہا رہ گئے،جن میں سات انصاری اور دو قریشی تھے،اور دسویں خود نبی

[1] قال شعيب الارنؤوط:حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف لانقطاعه، الشعبي(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جب مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہجوم کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس شخص پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، جو ان مشرکین کو ہم سے دور کرے، یہ سن کر ایک انصاری آگے بڑھے، اور کچھ دیر قتال کیا اور شہید ہو گئے، پھر جب مشرکین نے دوبارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہجوم کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس شخص پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، جو ان مشرکین کو ہم سے دور کرے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر یہی بات فرماتے رہے، یہاں تک کہ ایک ایک کر کے ساتوں مرتبہ انصاری صحابہ مقابلہ میں آ آ کر شہید ہو گئے، یہ دیکھ کر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ہم نے اپنے ساتھیوں سے انصاف نہیں کیا۔ تھوڑی دیر بعد ابو سفیان آیا (جنہوں نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا) اور ''ہبل کی بلندی'' کا نعرہ لگانے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے جواب دو کہ اللہ بلند ہے اور بزرگی والا ہے، پس صحابہ نے کہا کہ اللہ بلند ہے، اور بزرگی والا ہے، پھر ابو سفیان نے کہا کہ ہمارے لیے ''عزیٰ'' (بت) ہے، اور تمہارے لیے ''عزیٰ'' نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ اللہ ہمارا مولیٰ ہے، اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔ پھر ابو سفیان نے کہا کہ آج کا دن ''جنگِ بدر'' کا بدلہ ہے، ایک دن ہمارا اور ایک دن ہمارے خلاف، ایک دن ہمیں تکلیف ہوئی اور ایک ہم خوش ہوئے ''حنظلہ'' حنظلہ کے بدلے، اور فلاں شخص، فلاں شخص کے بدلے اور فلاں، فلاں کے بدلے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں اور ہم میں پھر بھی کوئی برابری نہیں، ہمارے مقتولین زندہ ہیں، اور رزق پاتے ہیں، جبکہ تمہارے مقتولین جہنم کی آگ میں سزا پاتے ہیں۔ پھر ابو سفیان نے کہا کہ کچھ لوگوں کی لاشوں کا مثلہ کیا گیا ہے (یعنی ان کی بے حرمتی کی گئی ہے) یہ ہمارے سرداروں کا کام نہیں ہے، میں نے نہ تو اس کا حکم دیا اور نہ ہی اس سے روکا، میں نہ تو اس کو پسند کرتا ہوں، اور نہ ہی ناگواری ظاہر کرتا ہوں، نہ تو مجھے یہ فعل برا لگا، اور نہ ہی اچھا لگا۔ جنگ کے بعد صحابۂ کرام نے جب دیکھا کہ

www.idaraghufran.org

حضرت حمزہ کا پیٹ چاک کر دیا گیا ہے،اور ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے ان کا جگر نکال کر اسے چبایا ہے،لیکن اسے کھا نہیں سکی،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لاش دیکھ کر پوچھا کہ کیا اس نے اس میں سے کچھ کھایا بھی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ''حمزہ'' کے جسم کے کسی حصے کو آگ میں داخل نہیں کرنا چاہتا،پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لاش کو سامنے رکھ کر ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی،پھر ایک انصاری کا جنازہ لایا گیا،اور حضرت حمزہ کے پہلو میں رکھ دیا گیا ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بھی نماز جنازہ پڑھائی،پھر ان کی میت کو اٹھا لیا گیا،پھر دوسرے صحابی کو لایا گیا،اوران کو حضرت حمزہ کے پہلو میں رکھا گیا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بھی نمازِ جنازہ پڑھائی،پھر ان کی میت کو اٹھا لیا گیا،اور حضرت حمزہ کو میت کر رہنے دیا گیا،اس طرح اس دن حضرت حمزہ کی نماز جنازہ ستر مرتبہ اداء کی گئی (جو حضرت حمزہ کا اعزاز تھا)(مسند احمد)

www.idaraghufran.org

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط27)

یہی وجہ ہے کہ بعض جلیلُ القدر مشائخِ دیوبند عدم سماعِ موتٰی کو ترجیح دیتے ہیں، اور بعض فی الجملہ سماعِ موتٰی کو ترجیح دیتے ہیں، جبکہ بعض ''ترجیح'' کے بجائے ''جمع وتطبیق'' کے قائل ہیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

فالظاهر إنكار السماع وهو الأصح عندنا والكلام في ذلك طويل ليس هذا موضعه (الكوكب الدري على جامع الترمذي،لرشيد أحمد الكنكوهي، ج۲،ص۱۹۸،أبواب الجنائز،باب ما يقول الرجل إذا دخل المقابر)

ترجمہ: پس راجح ''سماعِ موتٰی'' کا انکار ہے، اور ہمارے نزدیک یہی قول زیادہ صحیح ہے، اور اس بارے میں تفصیلی کلام ہے، جس کا یہ موقع محل نہیں (الکوکب الدری)

اور ''فتاویٰ دارُالعلوم دیوبند'' میں ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

ان بزرگوں سے یہ نہ کہے کہ تم دعاء کرو، سماعِ موتٰی خود مختلف فیہ مسئلہ ہے، حنفیہ سماعِ موتٰی کا انکار کرتے ہیں، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہی مذہب ہے، اور آیاتِ قرآنیہ اس پر دال ہیں، لہٰذا اس طرح ان (فوت شدہ بزرگوں) سے خطاب کر کے نہ کہے کہ تم دعاء کرو، بلکہ خود اللہ تعالیٰ سے ان (فوت شدہ بزرگوں) کے لئے (اللہ سے) دعائے مغفرت اور رفعِ درجات کی دعاء کرے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، جلد۵،ص۲۹۸، کتاب الجنائز، اولیاء کے مزارات پر حاضر ہو کر دعا کی درخواست جائز ہے، یا نہیں، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، طباعت: ستمبر2002ء)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے ''ملفوظات'' میں ایک مقام پر ہے:

بعض لوگوں نے سماعِ موتٰی پر اس سے استدلال کیا ہے کہ قبرستان میں جا کر سلام کرنا

www.idaraghufran.org

وارِد ہے، تو میت اگر نہ سنتا، تو سلام سے کیا حاصل تھا؟

دوسرے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ ایک امرِ تعبدی ہے، جس سے مقصود، میت کا اکرام، اوراس کے لیے دعاء ہے، اور یہ نفع، سننے پر موقوف نہیں، اگر کسی کو سلام کیا جائے، اور وہ نہ سنے، تب بھی نفع ہے، اس لیے کہ دعاء ہے، اور دعاء کا سننے پر موقوف نہیں (الافاضات الیومیۃ، جلد ۵، مشمولہ: ملفوظاتِ حکیم الامت، ج۵ص ۲۱۳، ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ، ملفوظ نمبر۲۱۱، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

مولانا اشرف علی تھانوی کے ''امدادُالفتاویٰ'' میں ایک سوال اور جواب درجِ ذیل طریقہ پر ہے:

سوال:.......اہلِ قبور سنتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب:.......دونوں طرف اکابر اور دلائل ہیں، ایسے اختلافی امر کا فیصلہ کون کرسکتا ہے، اور (یہ مسئلہ) ضروریاتِ علمی و عملی میں سے بھی نہیں کہ ایک جانب کی ترجیح میں تدقیق کی جاوے، پھر اس میں بھی معتقدینِ سماعِ موتٰی (یعنی سماعِ موتی کا عقیدہ رکھنے والوں) کے عقائد مختلف ہیں (بعض عقائد ناجائز اور فاسد ہیں) اگر (سوال میں) کسی اعتقادِ خاص کی تعیین ہوتی، تو کسی قدر جواب ممکن تھا (امداد الفتاوی، ج۵، ص ۳۸۴، کتاب العقائد والکلام، سماعِ موتی، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید، جولائی 2010ء)

اور ''امدادُالفتاویٰ'' میں ہی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے ''سماعِ موتٰی'' کے ثبوت پر ایک رسالہ کے متعلق اپنی رائے میں یہ تحریر کیا کہ:

رسالہ مجملاً دیکھا، چونکہ اس ناکارہ کی رائے میں اس کی اشاعت میں کوئی دینی نفع نہیں معلوم ہوا، بلکہ احتمال قریب مضار کثیرہ کا ہے؛ لہٰذا اس کی ہر قسم کی خدمت سے معافی کا طالب ہوکر خدمت میں واپس بھیجتا ہوں۔ ونیز اس عدمِ سماع کو معتزلہ کا مذہب قرار دینا بھی میرے نزدیک صحیح نہیں ہے، وہ عدمِ سماع اور ہے (جو معتزلہ کا مذہب قرار دیا جاتا ہے) اور نیز سماعِ موتٰی کو ''مسئلہ اجماعیہ'' کہنا بھی صحیح نہیں؟ یقیناً صحابہ اس مسئلہ میں مختلف تھے۔ ونیز روایاتِ ادراک وانسِ میت (یعنی میت کے ادراک اور میت سے اُنس کی

www.idaraghufran.org

روایات) سے اس متنازع فیہ (یعنی ''سماعِ موتی'' کے اختلافی مسئلہ) پر استدلال کرنا بھی میرے نزدیک صحیح نہیں (کیونکہ میت کا وہ ادراک وانس، متنازع فیہ سماع کو مستلزم نہیں، ممکن ہے کہ اللہ اس مبحوث فیہ سماع کے بغیر مخصوص ادراک عطاء فرمادے، جس سے مقصود میت کو عذاب، یا راحت پہنچانا ہو) اسی طرح وجودِ ارواح فی القبور و ادراکِ الم وسرور سے اس مدعا (یعنی ''سماعِ موتی'' کے مسئلہ) کو کوئی مس (اور تعلق) نہیں (کیونکہ وہ سب عالمِ برزخ کے مقاصد کے لئے ہوتا ہے)

اور تقریر تطبیق کی مثبتینِ سماع کی طرف ایک اچھی توجیہ ہے، لیکن اس سے اختلاف کے وجود کا انکار کرنا صحیح نہیں۔البتہ جانبِ ثانی (یعنی منکرینِ سماع کے قول) میں بھی مسئلہ کلامِ میت سے، عدمِ سماع کو امام (ابوحنیفہ) کا مذہب ٹھہرانا، یہ بھی صحیح نہیں (کیونکہ امام ابوحنیفہ سے عدمِ سماعِ موتی کی تصریح منقول نہیں، البتہ بعض حنفیہ کے بعض فقہی مسائل سے مسئلہ ہٰذا پر استدلال کیا گیا ہے)

یہ (سماعِ موتی کا) مسئلہ نہ عقائدِ ضروریہ سے ہے (کہ اس کے متعلق سوال ومؤاخذہ ہو) نہ کسی عملِ دین کا موقوف علیہ ہے (کہ اس پر کوئی عمل موقوف ہو) نہ مجتہد کی نص کا اس میں تتبع (وجستجو) ضروری ہے، نہ کسی ایک جانب کا جزم (ویقین) ضروری ہے، اس میں اشتغال مالایعنی کا اہتمام ہے (یعنی سماعِ موتی کے مسئلہ میں الجھنا، فضول چیز کا اہتمام کرنا ہے)............اگر کسی وجہ سے اس کا لکھنا ہی تھا، تو کم از کم اس کے ساتھ ساتھ جو مفاسد اس (سماعِ موتٰی کے ثبوت) میں محتمل تھے، ان کا انسداد (وسدِ باب) بھی تو ضروری تھا، مثلاً یہ لکھنا تھا کہ مقصود اس سے مذہبِ راجح عـــنـــدنــــا (یعنی ہمارے نزدیک راجح قول) کی ترجیح ہے، اس سے کوئی اس اختلافی مسئلہ کو اجماعی نہ سمجھ جاوے کہ تعدّی حدود ہے، اور مثلاً یہ لکھنا تھا کہ اس سے کوئی اولیاء اللہ کے نداء واستغاثہ کو جائز نہ سمجھ جاوے، اُن کو حاضر وناظر نہ جان لے، اُن سے مرادیں نہ مانگنے لگے، اس سے آگے نہ بڑھے کہ ان کی قبر پر کھڑا ہوکر کسی امر میں دعاء کرنے کو کہہ دے، ان کی نذر (ومنت بھی) نہ مانے

www.idaraghufran.org

(امداد الفتاوٰی، ج ۵، ص ۴۴۴ و ۴۴۵، کتاب العقائد والکلام، تنقید رسالہ ثبوت سماع موتی مصنفہ مولوی کرامت اللہ خاں، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع جدید، جولائی 2010ء)

معلوم ہوا کہ سماعِ موتٰی کا مسئلہ اختلافی ہے، اور اس کے ثبوت کے قول کو ترجیح دینے کی صورت میں بھی ایسی شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ جو شرک وبدعت کا ذریعہ بنتی ہیں۔

اس کے بعد عرض ہے کہ اس میں شک نہیں کہ جس طرح مردہ اپنے دوسرے دنیوی ظاہری حواس اور ان کے استعمال پر اس عالمِ دنیا کے لحاظ سے عادتاً ارادہ، اختیار وقدرت نہیں رکھتا، جیسا کہ چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، لیٹنا، بولنا، رونا، ہنسنا، پکڑنا وغیرہ، جس کا سب کو مشاہدہ ہوتا ہے، اسی طرح وہ دنیا کی باتوں کو سننے پر بھی عادتاً اپنا ارادہ، اختیار وقدرت نہیں رکھتا، محققین نے عربی زبان میں استعمال ہونے والے الفاظ ''سماع'' اور ''استماع'' میں یہ فرق کیا ہے کہ ''استماع'' قصد وارادہ سے سننے کو کہتے ہیں، کیونکہ اس کی طرف سننے والا اپنے کان متوجہ کرتا ہے، جبکہ ''سماع'' کے لئے قصد وارادہ ضروری نہیں، وہ بعض اوقات قصد وارادہ سے، اور بعض اوقات قصد وارادہ کے بغیر ہوتا ہے۔

اسی طرح ''استماع'' میں سننے والا قصد وارادہ کی بناء پر سنی ہوئی بات سے استفادہ کرتا ہے، جبکہ ''سماع، یاسمع'' (یعنی سننے یا سن لینے) میں ایسا ضروری نہیں۔ [1]

اور یہ بات ظاہر ہے کہ مردہ کو اپنے حواس پر عادتاً اختیار وقدرت نہیں ہوتی، اس لئے وہ عادتاً ''استماع'' نہیں کرتا، اس لئے سنانے والے کو بھی مردہ کو کوئی بات سنا دینے کا اختیار نہیں ہوتا، اور سنانے کو عربی زبان میں ''اسماع'' کہا جاتا ہے۔

نیز قبر سے باہر کے شخص کو عادتاً منوں مٹی تلے دبے ہوئے میت کے جسم اور ڈھانچہ تک اپنی آواز کا پہنچانا، یعنی ''اسماع'' مشکل ہے۔

---

[1] الفرق بين الاستماع والسماع : قال الفيومي :يقال "استمع "لما كان بقصد، لانه لا يكون إلا بالاصغاء -وهو الميل .-و "سمع "يكون بقصد، وبدونه.انتهى .قلت :ويؤيده قوله تعالى " :وإذا قرء القرآن فاستمعوا له . إشارة إلى قصدهم إلى ذلك، وميلهم إلى السماع الخالي عن القصد .الفرق بين الاستماع والسمع :أن الاستماع هو استفادة المسموع بالاصغاء إليه ليفهم ولهذا لا يقال إن الله يستمع، وأما السماع فيكون اسما للمسموع يقال لما سمعته من الحديث هو سماعي ويقال للغناء سماع، ويكون بمعنى السمع تقول سمعت سماعا كما تقول سمعت سمعا،والتسمع طلب السمع مثل التعلم طلب العلم(معجم الفروق اللغوية،ص ۵۰،لأبى هلال العسكرى المتوفى :نحو 395هـ)

www.idaraghufran.org

جہاں تک مردہ کے ''سماع'' کا تعلق ہے، تو ظاہر ہے کہ وہ اس کے اپنے قصد وارادہ کے بغیر ہی ممکن ہے، اب جس مردہ کے حق میں جس بات کے سننے، بلکہ سمجھنے کی، اللہ قادرِ مطلق اور مختارِ کل کی طرف سے مشیت ہوجاتی ہے، وہ اس مشیتِ ایزدی کی بناء پر دور اور قریب کی بات کو مشیتِ ایزدی کے مطابق سن لیتا، یا سمجھ لیتا ہے، ورنہ قریب کی بات کو بھی نہیں سن پاتا، چہ جائے کہ دور کی بات کو سنے۔

اور جن نصوص میں سننے کا ذکر ہے، وہ اسی طرح کا سننا ہے، اور جن میں نفی ہے، وہ مشیتِ ایزدی کے بغیر اپنے قصد وارادہ، اور اختیار سے سننے، یعنی ''استماع'' کی نفی پر محمول ہیں۔

اس طرح دونوں قسم کی نصوص اور اقوال میں تطبیق، اور نزاع کا خاتمہ ممکن ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری کی مندرجہ بالا عبارت میں بھی اسی ''جمع وتطبیق'' کے موقف کو ترجیح دی گئی ہے۔

اور بعض دیگر محققین نے بھی اسی موقف کو ترجیح دی ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ بطال ''صحیح بخاری'' کی شرح میں فرماتے ہیں:

قال الطبری :والصواب من القول فی ذلک أن کلا الروایتین عن النبی فی ذلک صحیح لعدالة نقلتها، والواجب الإیمان بها، والإقرار بأن الله یسمع من یشاء من خلقه بعد موتهم، ما شاء من کلام خلقه، ویفهم ما یشاء منهم ما یشاء ، وینعم من أحب منهم، ویعذب فی قبره الکافر، ومن استحق العذاب کیف أراد، علی ما صحت به الأخبار عن النبی، (صلی الله علیه وسلم) . ولیس فی قوله :(إن الله یسمع من یشاء وما أنت بمسمع من فی القبور) (فاطر :) ، حجة فی دفع ما صحت به الآثار من قوله لأصحابه فی أهل القلیب :(ما أنتم بأسمع منهم) ، ولا فی إنکار من أنکر ما ثبت من قوله :(إنه لیسمع قرع نعالهم) إذا کان قوله :(وما أنت بمسمع من فی القبور) (فاطر) ، و) إنک لا تسمع الموتی) (النمل) محتملا من التأویل وجها سوی ما تأوله من زعم أن المیت لا یسمع کلام الأحیاء ، وذلک أن یکون معناه :فإنک لا تسمع الموتی بطاقتک وقدرتک، إذ کان خالق السمع غیرک، ولکن الله هو الذی یسمعهم (شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج۳،ص ۱ ۳۶،باب ما جاء فی عذاب القبر)

ترجمہ: طبری نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں درست قول یہ ہے کہ ''سماعِ موتی'' کے مسئلہ کے بارے میں دونوں قسم کی روایات صحیح ہیں، کیونکہ معتبر راویوں نے ان روایات کو نقل کیا ہے، ان پر ایمان لانا اور اس بات کا اقرار کرنا واجب ہے کہ اللہ اپنی مخلوق میں سے فوت ہونے کے بعد جس فوت شدہ مخلوق کو چاہے، اور اپنی مخلوق کے جس کلام کو چاہے،

www.idaraghufran.org

سنا دیتا ہے،اوران میں سے جس کو جو کلام چاہے، سمجھا دیتا ہے،اور جس مخلوق سے محبت فرمائے،اس پر جو چاہے انعام فرمادیتا ہے،اور کافر کو اور جو بھی عذاب کا مستحق ہو،اس کی قبر میں جس طرح کا چاہتا ہے،عذاب دیتا ہے،جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث مروی ہیں،اورسورہ فاطر کی آیت میں اللہ تعالیٰ کے قول ’’إن اللّٰه یسمع من یشاء وما أنت بمسمع من فی القبور ‘‘میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے صحابۂ کرام کو اہلِ بدر کے مقتولین کے متعلق صحیح احادیث’’ما أنتم بأسمع منهم ‘‘کو رَد کرنے کی دلیل نہیں پائی جاتی،اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو یہ بات ثابت ہے کہ’’إنه لیسمع قرع نعالهم ‘‘کے رَد کرنے کی دلیل پائی جاتی،کیونکہ سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ کے اس قول’’وما أنت بمسمع من فی القبور ‘‘اوراللہ تعالیٰ کے سورہ نمل میں اس قول’’إنک لا تسمع الموتی ‘‘میں،اُس تاویل کے علاوہ دوسری تاویل کا بھی احتمال ہے،جو تاویل ان حضرات نے کی ہے،جو اس بات کے قائل ہیں کہ میت زندوں کے کلام کو نہیں سنتی،اور وہ دوسری تاویل یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ مراد لیا جائے کہ تم مُردوں کو اپنی طاقت اور قدرت سے نہیں سنا سکتے،کیونکہ خالقِ سمع تمہارے علاوہ ہے،اوراللہ ہی ان کو سناتا ہے(ابنِ بطال)

اورعلامہ بدرُالدین عینی’’صحیح بخاری‘‘ کی شرح میں فرماتے ہیں:

وقال ابن التین :لا معارضة بین حدیث ابن عمر والآیة، لأن الموتی لا یسمعون، لا شک، لکن إذا أراد الله إسماع ما لیس من شأنه السماع لم یمتنع، کقوله تعالی :(إنا عرضنا الأمانة ...) (الأحزاب :) . الآیة .وقوله :(فقال لها وللأرض ائتیا طوعا) (فصلت :) . الآیة وإن النار اشتکت إلی ربها، ویکون معنی قوله :(إنک لا تسمع الموتی) (النمل) . مثل قوله :(إنک لا تهدی من أحببت) (القصص) (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج۸،ص ۲۰۲ ،باب ما جاء فی عذاب القبر)

ترجمہ:اور ابنِ تین نے فرمایا کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اور آیت میں کوئی ٹکراؤ نہیں،کیونکہ اس میں شک نہیں کہ مُردے نہیں سنتے،لیکن جب اللہ کسی ایسی مخلوق کو سنانا چاہے،جس کی شان سننا نہیں ہے،تو اس میں کوئی امتناع نہیں پایا جاتا،

www.idaraghufran.org

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا سورہ احزاب میں ارشاد ہے کہ ’’إنا عرضنا الأمانة علی السمٰوات والارض ‘‘آخر آیت تک (اس آیت میں آسمانوں اور زمین پر اللہ کی طرف سے امانت کو پیش کرنے، اور ان کی طرف سے اس کو قبول کرنے کا ذکر ہے) اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا سورہ فصلت میں ارشاد ہے کہ ’’فقال لها وللأرض ائتيا طوعاً ‘‘آخر آیت تک (اس آیت میں اللہ کے آسمان اور زمین کو خطاب کرنے کا ذکر ہے) اور اس صورت میں اللہ تعالیٰ کے سورہ نمل میں اس ارشاد ’’إنک لا تسمع الموتی ‘‘کا مطلب اللہ تعالیٰ کے سورہ قصص میں اس ارشاد کی طرح ہوگا کہ ’’إنک لا تهدی من أحببت ‘‘(یعنی آپ جس کو چاہیں، اس کو ہدایت نہیں دے سکتے، اور اللہ جس کو چاہے اس کو ہدایت عطاء فرمادیتا ہے، پس اسی طرح آپ جس مُردہ کو چاہیں، اس کو نہیں سنا سکتے، لیکن اللہ جس کو چاہے، سنا دیتا ہے) (عمدۃ القاری)

اور علامہ ابنِ حجر ’’صحیح بخاری‘‘ کی شرح میں فرماتے ہیں:

والجمع بين الذى أنكرته وأثبته غيرها ممكن لأن قوله تعالى انک لا تسمع الموتى لا ينافى قوله صلى الله عليه وسلم إنهم الآن يسمعون لأن الإسماع هو إبلاغ الصوت من المسمع فى أذن السامع فالله تعالى هو الذى أسمعهم بأن أبلغهم صوت نبيه صلى الله عليه وسلم بذلک (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج۷، ص ۳۰۴، باب عدة أصحاب بدر)

ترجمہ: اور جس نے ’’سماعِ موتیٰ ‘‘کا انکار کیا، اور جس نے ’’سماعِ موتیٰ ‘‘کا قول کیا، ان کے درمیان جمع وتطبیق اس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ’’انک لا تسمع الموتی ‘‘نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول ’’إنهم الآن يسمعون ‘‘کے خلاف نہیں، کیونکہ ’’اِسماع‘‘ دراصل سنانے والے کی طرف سے آواز کو، سننے والے کے کان میں پہنچانے کو کہا جاتا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے ہی اُن (بدر کے مقتولین) کو سنایا تھا، اس طور پر کہ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آواز کو اُن تک پہنچادیا تھا (فتح الباری)

اور حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُردوں کے سلسلہ میں تین چیزیں ہیں: استماع، اسماع، سماع

www.idaraghufran.org

اول یعنی’’استماع‘‘مُردوں کا کان لگانا،اور باختیارِ خود کسی بات کوسننا،یہ منفی ہے۔

ثانی یعنی’’اسماع‘‘سنادینا،اور باختیارِ خودمُردوں کے کانوں تک کسی بات کا پہنچادینا،یہ بھی منفی ہے،ارشادِباری تعالیٰ ہے’’انک لا تسمع الموتٰی ‘‘اور’’وما انت بمسمع من فی القبور ‘‘رہا’’سماع ‘‘یعنی مُردوں کے کانوں تک کسی بات کا پہنچنا،اور اِن کا اس کوسن لینا،یہ حق تعالیٰ کی مشیّت پر موقوف ہے(ملفوظات فقیہ الامت، جلداول،ص۲۷،ناشر:دارالہدیٰ:اردوبازار،کراچی،تاریخِ اشاعت:ستمبر۲۰۰۵ء)

مذکورہ عبارات سے ہمارے پہلے بیان کردہ جمع وتطبیق کے موقف کی تائید ہوتی ہے،لیکن یہ ایک وجہ ترجیح ہے،ورنہ دوسروں کواپنی وجہ ترجیح کا حق بھی حاصل ہے،جن سے نہ ہمارا جھگڑا ہے،نہ کوئی تنازعہ ہے،اور نہ ہی فضول بحث ومباحثہ کی ضرورت ہے،بہت سے دیگر مسائل کی ترجیحات میں بھی علماء وفقہاء کے مابین اختلاف رُونما ہوا،اور بعض نے بین بین کا راستہ جمع وتطبیق کی صورت میں نکالا،لیکن تحاسد وتباغض اور لڑائی جھگڑے کی نوبت نہ آئی،بلکہ جمع وتطبیق کا قول،تحاسد وتباغض وغیرہ کے خاتمہ کا ذریعہ بنا۔اللہ تعالیٰ افراط وتفریط سے محفوظ رکھے۔آمین۔(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

''سادگی وبے تکلفی'' ایمان کی علامت

(18- جمادی الاولیٰ-1444ھ)

شریعت نے کھانے پینے، رہنے سہنے، پہننے اوڑھنے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، بات چیت کرنے، اور ہر عمل میں، سادگی، اور بے تکلفی کی تعلیم دی ہے، اور تکلف وتصنع، بناوٹ، اور زیب وزینت میں غلو کو ناپسند کیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم سنت بھی سادگی وبے تکلفی ہے، جس کو احادیث میں ایمان کی اہم نشانی بتلایا گیا ہے۔

اس بارے میں سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ حکم فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے بارے میں اس بات سے آگاہ کردیں کہ:

وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (سورة ص، رقم الآية ٨٦)

ترجمہ: اور نہیں ہوں میں تکلف کرنے والوں میں سے (سورہ ''ص'')

دوسری اہم بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مختلف طریقوں سے اس کا حکم فرمایا ہے۔

چنانچہ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ: نُهِينَا عَنِ التَّكَلُّفِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٧٢٩٣)

ترجمہ: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں (اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے) تکلف اختیار کرنے سے منع کردیا گیا ہے (بخاری)

اور امام ابوداود نے ''سنن ابی داؤد'' میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

www.idaraghufran.org

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّرَجُّلِ إِلَّا غِبًّا (سنن ابی داود،رقم الحديث ٤١٥٩) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنگھا کرنے سے منع فرمایا، سوائے کبھی کبھی کے (سنن ابی داود)

اس کے بعد امام ابوداود نے عبداللہ بن بریدہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحَلَ إِلٰى فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ وَهُوَ بِمِصْرَ، فَقَدِمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: أَمَا إِنِّيْ لَمْ آتِكَ زَائِرًا، وَلٰكِنِّي سَمِعْتُ أَنَا وَأَنْتَ حَدِيْثًا مِّنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَوْتُ أَنْ يَّكُوْنَ عِنْدَكَ مِنْهُ عِلْمٌ، قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: كَذَا وَكَذَا، قَالَ: فَمَا لِيْ أَرَاكَ شَعِثًا وَأَنْتَ أَمِيْرُ الْأَرْضِ؟ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهَانَا عَنْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْإِرْفَاهِ، قَالَ: فَمَا لِيْ لَا أَرٰى عَلَيْكَ حِذَاءً؟ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا أَنْ نَحْتَفِيَ أَحْيَانًا (سنن ابی داود،رقم الحديث ٤١٦٠) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک آدمی، حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جو کہ مصر میں تھے، جب وہ صحابی، حضرت فضالہ کے پاس آئے، تو کہا کہ میں آپ کی زیارت کرنے کے لئے نہیں آیا، لیکن میں نے اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کو سنا ہے، مجھے امید ہے کہ تمہارے پاس بھی اس کا علم ہوگا، فضالہ نے کہا کہ وہ کیا ہے، تو ان صحابی نے کہا کہ فلاں فلاں حدیث ہے، پھر ان آنے والے صحابی نے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ میں آپ کے بال بکھرے ہوئے دیکھتا ہوں، جبکہ تم اس علاقہ کے امیر ہو، تو حضرت فضالہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں زیادہ مانگ پٹی (اور بناؤ سنگھار اور تکلف اختیار) کرنے

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية سنن ابی داود)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابی داود)

www.idaraghufran.org

سے منع فرمایا ہے، پھر ان آنے والے صحابی نے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں ننگے پیر دیکھتا ہوں، تو حضرت فضالہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کبھی کبھی ننگے پاؤں رہنے کا حکم فرمایا کرتے تھے (سنن ابی داود)

اور اس کے بعد امام ابوداود نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

ذَكَرَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عِنْدَهُ الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا تَسْمَعُونَ، أَلَا تَسْمَعُونَ، إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ، إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ (سنن ابی داود، رقم الحدیث ۴۱۶۱، عن ابی امامة) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے آپ کے سامنے دنیا کا ذکر کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم سنتے نہیں ہو کہ بے شک سادگی ایمان سے تعلق رکھتی ہے، بے شک سادگی ایمان سے تعلق رکھتی ہے (ابوداود)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ قَالَهَا ثَلَاثًا

(مسلم، رقم الحدیث ۲۶۷۰ "۷" کتاب العلم، باب هلک المتنطعون)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کلام میں تکلف وتصنُّع اختیار کرنے والے ہلاک ہوگئے، یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی (مسلم)

قرآن مجید کی مذکورہ آیت، اور یہ چند احادیث سمجھنے والوں کے لئے کافی وافی ہیں۔

سادگی اور ترکِ تکلف وترکِ تصنع سے انسان میں تواضع و عاجزی پیدا ہوتی ہے، تکبر وعجب سے نجات ملتی ہے، اسی کے ساتھ مال اور وقت کے ضیاع سے بھی حفاظت حاصل ہوتی ہے، جبکہ اس کے برعکس تکلفات وتصنعات سے کبر وتکبر اور عجب پیدا ہوتا ہے، اور وقت اور مال کی بربادی مقدر بن جاتی ہے۔ [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث حسن (حاشیة سنن ابی داود)

[2] قال :إن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -كان ينهانا عن كثير من الإرفاه"، بكسر الهمزة على

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اورآج جب ہم اپنے معاشرہ پرنظرڈالتے ہیں،توہمیں اپنے معاشرہ میں سادگی اوربے تکلفی کی کافی حدتک کمی نظرآتی ہے،رفتہ رفتہ معاشرہ سے سادگی وبے تکلفی رخصت ہوکراس کی جگہ تکلفات وتصنعات اورنمودونمائش پیداہوتی اوربڑھتی جارہی ہے،اوربہت سی چیزوں میں تکلفات وتصنعات اورنمودونمائش جیسی چیزیں ہمارے معاشرہ کی ایک روایت بن چکی ہیں،جس میں نیک وبداورامیروغریب ہرایک ہی مبتلاء ہوتا جارہاہے،یہاں تک کہ ہمارے زمانہ کے بہت سے علماء وصوفیاءبھی اس وباء سے محفوظ نہیں رہ سکے،ان کی بول چال،ڈھال،رہن سہن وغیرہ میں سادگی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی جھلک دوردورتک نظرنہیں آتی،ان کےاندازِکلام،حلیہ اورطرزِعمل کانبی صلی اللہ علیہ وسلم کےحلیہ اورطرزِعمل سے تقابل کیاجائے،توواضح فرق نظرآتاہے،اورجوکوئی اس سادگی وبےتکلفی کی سنت کواپنائے،اسے نہ توبزرگ سمجھاجاتا،نہ ہی اس کوپیرتصورکیاجاتا،اس سےزیادہ بگاڑاورکیاہوسکتاہے۔[1] اللہ تعالیٰ حفاظت عطاءفرمائے۔آمین۔

﴿گزشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ﴾

المصدر معناه :الترجل والتدهين كل يوم، مأخوذ من :رفهت الإبل ترفه رفوها ورفها وردت الماء كل يوم متى شاء ت، ومنه الرفاهية، وهى الخفض والدعة، وفى معناه مظاهرة اللباس على اللباس، والطعام على الطعام، كعادة الأعاجم، فإن كثرة التنعم تجعل النفس متكبرة غافلة، ولأن اعتياد ذلك قد يضر؛ لأنه ربما حدث به فقر وسوء عيش فيشق عليه.

"قال"؛ أى :الرجل لفضالة":ما لى لا أرى عليك حذاء ؟؛ أى :نعلا، وإنما قال عليك؛ لأن النعل لها اشتمال على الرجل ".قال"؛ أى :فضالة" :كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يأمرنا أن نحتفى "؛ أى :نمشى حافيا "أحيانا "تواضعا وكسرا للنفس، وليتمكن ذلك عند الاضطرار إليه(شرح مصابيح السنة،لابن الملك،ج۵،ص۲۵،كتاب اللباس،باب الترجيل)

قوله(إن البذاذة) :البذاذة رثاثة الهيئة وترك ما يدخل فى باب الزينة .يقال :رجل بذ الهيئة وباذ الهيئة أى رث اللبسة، وفى هيئته بذاذة .والمراد من الحديث أن فى اللباس والتوقى عن (التأنق) فى الزينة من أخلاق أهل الإيمان، والإيمان هو الباعث عليه(شرح الطيبى على مشكاة المصابيح،ج۹،ص۲۹۰۱،كتاب اللباس)

[1] والتكلف تحمل ما ليس فى الوسع وهو فى كل شء مذموم فالتكلف فى الملبوس والمركوب والمنكوح وفى الكلام والتملق الذى صار شان اهل هذا الزمان وذلك لان التكلف تصنع وتملق وتمايل على النفس لاجل الناس وذلك مباين لحال أهل الكمال وفى بعضة حفى منازعة للاقدار وعدم الرضا بما قسمه الجبار ويقال التصوف ترك التكلف والتكلف تخلف وهو تكلف عن شأن الصادقين(التيسير بشرح الجامع الصغير،للمناوى،ج۲،ص ۴۶۵،حرف النون،باب المناهى)

www.idaraghufran.org

علم کے مینار (امت کے علماء وفقہاء: قسط 35) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (تیرہواں حصہ)

گزشتہ اقساط میں فقہ مالکی کے ان کبار فقہاء وائمہ کا ذکر کیا گیا کہ جنھوں نے براہِ راست امام مالک رحمہ اللہ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا، یا پھر آپ کی صحبت میں ایک طویل وقت صرف کیا، لیکن یاد رہے کہ جو حضرات امام مالک رحمہ اللہ کے براہِ راست اصحاب وتلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، یا جنھوں نے امام مالک سے علمی استفادہ کیا، اوران سے فقہ وحدیث کی سماعت فرمائی، ان سب کو شمار میں لانا، اوران کے حالات قلم بند کرنا، ایک لمبا اور دشوار گزار کام ہے، اس لیے گزشتہ اقساط میں صرف انہی حضرات کا ذکر کیا گیا کہ جن کا مالکی مسلک کی نشر واشاعت میں حصہ رہا ہے، یا پھر جن کی کتب وتالیفات سے اس مسلک کی تدوین وترویج ہوئی، چنانچہ فقہ مالکی کے وہ اصحاب کہ جن کا تعلق امام مالک رحمہ اللہ سے براہِ راست نہیں، بلکہ آپ کے اصحاب وتلامذہ کے ذریعہ سے ہے، یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ وہ حضرات ہیں، جو امام مالک رحمہ اللہ کے اصحاب وتلامذہ کے شاگردوں میں سے ہیں، اوران کا تعلق امام مالک رحمہ اللہ سے براہِ راست نہیں، بلکہ واسطوں سے ہیں، ان حضرات کا بھی فقہ مالکی کی تدوین وشاعت اوراس کی ترجمانی میں بڑا عمل دخل ہے، بلکہ ان میں سے بہت سے حضرات دور دراز کے مغربی ممالک میں فقہ مالکی کی نشر وشاعت کا سبب بنے، جن کا مختصر ذکر ان شاء اللہ آئندہ آنے والی اقساط میں کیا جائے گا۔

لیکن آگے بڑھنے سے پہلے ذیل میں فقہ مالکی کے بنیادی اصول اور مآخذ ومراجع کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے، جس سے مالکی مسلک ومنہج بھی بخوبی سامنے آجاتا ہے، اور یہ کہ امام مالک، آپ کے اصحاب وتلامذہ کس نہج پر فقہ مالکی کو آگے لے کر چلے، یا پھر فقہ مالکی کی بنیاد واساس کن دلائل ومآخذ پر ہے۔

یہ مضمون قدرے تفصیل کے ساتھ پہلے گزر چکا ہے، جس کا خلاصہ ذیل میں دوبارہ ذکر کیا جارہا ہے،

www.idaraghufran.org

تاکہ آئندہ آنے والی اقساط میں فقہ مالکی کی امہات الکتب اور دیگر کتب کے منہج وطریقہ کو سمجھنے میں آسانی ہوسکے۔

مالکی مسلک ومنہج

نصوص، یعنی کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے استدلال تو تمام ائمہ کرام اور مجتہدین کے نزدیک اصل ہیں، اور بنیادی مآخذ کا درجہ رکھتے ہیں، البتہ احادیث کی روایات میں تعارض واختلاف کو رفع کرنے اور ان میں تطبیق دینے، اور اسی طرح بعض احادیث کو بعض پر ترجیح دینے کا عمل مختلف ائمہ کے درمیان مختلف اصولوں پر مبنی رہا ہے۔

چنانچہ اس ضمن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ قرآن وسنت سے اصول وکلیات اور صحابہ کرام بالخصوص خلفائے راشدین کے فتویٰ وعمل کو زبردست مرجح ومآخذ تسلیم کرتے ہیں، جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ عموماً ''أصحُ الأسانید'' کو اختیار کرتے ہیں۔

لیکن امام مالک رحمہ اللہ کیونکہ اہلِ حجاز کے امام ہیں، اس لیے ان کے نزدیک تعاملِ اہلِ مدینہ (یعنی مدینہ والوں کا عمل) اور اسی طرح فقہائے سبعہ کا مسلک بڑا مرجح ومآخذ ہے، اور آپ نے اہلِ مدینہ کے عمل کو معیار قرار دے کر ان پر استنباطِ احکام کا مدار رکھا، اور مصالح مرسلہ (مصلحتِ عامہ) کو بھی اہم استدلال کے طور پر اختیار کیا۔

مالکی اصول ومآخذ

باقی امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے مسلک کی بنیاد جن اصولوں پر رکھی، وہ کل بیس (20) اصول ہیں، جن میں سے پانچ کتابُ اللہ اور پانچ سنتِ رسولُ اللہ سے متعلق ہیں۔

کتابُ اللہ سے متعلق پانچ اصول یہ ہیں:

(۱)...... نصُ الکتاب (۲)...... ظاھرُ الکتاب (یعنی عمومُ الکتاب)
(۳)...... دلیلُ الکتاب (یعنی مفہومِ مخالف)(۴)...... مفھومُ الکتاب (یعنی مفہومِ موافق) (۵)...... تنبیۃُ الکتاب۔

اور سنتِ سے متعلق پانچ اصول بھی اس ترتیب وتفصیل کے ساتھ ہیں، جیسا کہ:

www.idaraghufran.org

(۱)...... نصُ السنة (۲)...... ظاهرُ السنة (۳)...... دليلُ السنة (۴)...... مفهومُ السنة (۵)...... تنبيهُ السنة.

باقی دس اصول مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)...... اجماع (۲)...... قیاس (۳)...... تعاملِ اہلِ مدینہ (۴)...... قولِ صحابی (جب کہ سند صحیح ہو) (۵)...... استحسان (۶)...... سدِّ ذرائع (۷)...... مراعاةُ الخلاف (یعنی اختلاف کی رعایت کرنا) (۸)...... استصحابِ حال (۹)...... مصالح مرسلہ (۱۰)...... شرائعِ ماقبل.

لیکن جن پانچ اصولوں سے فقہ مالکی کی زیادہ شہرت ہوئی، وہ درج ذیل ہیں:

(۱)...... عمل بالسنة (۲)...... تعاملِ اہلِ مدینہ (۳)...... مصالحِ مرسلہ (۴)...... قولِ صحابی (۵)...... استحسان۔

چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک عمل بالسنة اور تعاملِ اہلِ مدینہ (یعنی اہلِ مدینہ کے عمل) کو بہت اہمیت حاصل ہے، اور اس کو بنیادی مصادر وماٰخذ میں سے شمار کیا ہے، کیونکہ آپ کے نزدیک مدینہ علوم کا مخزن، اور مہبطِ وحی ہے، اسی وجہ سے آپ کا فرمانا ہے کہ اہلِ مدینہ کا تعامل حجت ہونا چاہیے۔

لیکن اگر کسی مسئلہ میں کوئی دلیل یا جواب نہ پاتے، تو پھر قیاس یا ایک نئی دلیل یعنی مصالح مرسلہ کے ذریعے اجتہاد کرلیا کرتے تھے، جس کا مطلب ہے مصلحت عامہ کا تقاضا، مصالحہ مرسلہ مالکیوں کے یہاں مستقل دلیل ہے، اور فقہائے احناف بھی اس سے استدلال کرتے ہیں، اپنی اپنی شرائط کے ساتھ۔

رہا باقی اصولوں کا معاملہ جیسا کہ قولِ صحابی، استحسان، سدذرائع، استصحابِ حال، اور شرائع ماقبل وغیرہ، تو یہ اصول فقہ حنفی میں بھی کتابُ اللہ، سنتِ رسول اللہ، اجماع اور قیاس کے بعد بنیادی اصولوں کا درجہ رکھتے ہیں، حنفیوں اور مالکیوں کے ہاں ان اصولوں کی اپنی اپنی شرائط ہیں، البتہ قدرِ مشترک یہ ان سب سے استدلال کرتے ہیں، جیسا کہ اصولِ فقہ کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

لیکن مشہور مالکی فقیہ قاضی عیاض رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 544ھ) نے اپنی کتاب "ترتیبُ

www.idaraghufran.org

المدارک وتقریبُ المسالک ‘‘میں تعاملِ اہلِ مدینہ کی طرح ’’اجتہاد‘‘ کو بھی فقہ مالکی کے اہم اور بنیادی اصولوں میں شامل کیا ہے، اور اس ’’اجتہاد‘‘ کی شرائط، مراتب اور مآخذ کو بھی ذکر کیا، جس کی ایک اپنی تفصیل ہے۔

مالکی طریقہ استدلال

جیسا کہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی فقہ میں اہلِ مدینہ کے عمل اور خاص طور پر مدینہ کے فقہائے سبعہ کو بڑا مرجع ومآخذ قرار دیا ہے، چنانچہ آپ نے مدینہ کے فقہائے سبعہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، اور ان کے علاوہ دوسرے فقہائے سے بھی علمی استفادہ کیا، ان سے مروی احادیث کو یاد کیا، جس کے بعد آپ اپنے شاگردوں کو احادیثِ رسول ﷺ کی تعلیم دیا کرتے تھے، اور مشرق ومغرب میں سے جو بھی آپ سے فتویٰ حاصل کرتا، تو جو کچھ آپ نے سنا ہوتا، اس کے مطابق جواب دیتے تھے، اور اگر کبھی اس کے مطابق جواب نہ دیتے پاتے، تو اس کے مشابہ بات، اور نظائر سے جواب دیتے تھے، اور اگر اپنے حاصل کیے ہوئے علم، یاد کی ہوئی احادیث، فقہائے سبعہ سے سنی بات میں سے کسی میں نظیر نہ ملتی، تو اجتہاد کرتے تھے، اور کتابُ اللہ اور سنتِ رسولُ اللہ سے حکم نکالتے، نصوص کے مضامین اور مفاہیم سے استدلال کرتے، کوئی اشارہ تلاش کرتے، یا نصوص میں موازنہ کرتے، اور قیاس کو اپنے استنباطِ احکام میں نص کا خادم رکھتے، اور نص کا مصداق تلاش کرتے۔

اگر فتویٰ دینے میں کوئی مصلحت پاتے، جو شارع کی نص میں موجود نہیں ہے، تو مصلحتِ عامہ کو پیشِ نظر رکھ کر فتویٰ دیتے، اس لیے کہ ’’مصالحِ مرسلہ‘‘ یعنی مصلحتِ عامہ کا تقاضا، اس فقہ مالکی میں اصل اور مستقل دلیلِ شرعی ہے۔ [1]

---

[1] بنى مذهبه على أدلة عشرين: خمسة من القرآن، وخمسة مماثلة لها مؤ السنة، وهى نص الكتاب، وظاهره وهو العموم، ودليله وهو مفهوم المخالفة، ومفهومه: وهو مفهوم الموافقة، وتنبيهه وهو التنبيه على العلة، كقوله تعالى: فإنه رجس، أو فسقاً (الانعام 145) فهذه عشرة.

والبقية هى: الإجماع، والقياس، وعمل أهل المدينة، وقول الصحابى، والاستحسان، والحكم بسد الذرائع، ومراعاة الخلاف، فقد كان يراعيه أحياناً، والاستصحاب، والمصالح المرسلة، وشرع من قبلنا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے آثار میں یہ بات کثرت کے ساتھ منقول ہے، آپ فرماتے ہیں کہ امام مالک میرے استاذ ہیں، اور میں نے ان سے علم حاصل کیا، اور میں ان کے علاوہ کسی اور پر بھروسہ نہیں کرتا، اور جب حدیث واثر اور علماء کے بارے میں بات کی جائے، تو امام مالک رحمہ اللہ ''نجم'' یعنی چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہیں، اور اگر کبھی آپ کو کسی حدیث کے بعض اجزاء پر شک ہو جاتا، تو پوری حدیث چھوڑ دیتے تھے۔

اس لئے کہ حدیث رسول ہو، تو اس کی تصحیح وتضعیف، رجال کی معرفت اور جرح وتعدیل کے تمام اسباب کا جاننا، اور پھر اس کی تصحیح کے بعد احکام کا استنباط، ان کی تفریع، اختلاف کی صورت میں ترجیح وتطبیق، پھر واجب وسنت ومستحب وغیرہ کی تعیین ایک غیر معمولی کام تھا۔

جو امام مالک رحمہ اللہ نے قولی، عملی اور تحریری صورت میں پیش کیا، جس کے نتائج سے دنیا مستفید ہوئی۔

امام مالک رحمہ اللہ کی موطأ ہو، یا ان کے شاگرد عبدالرحمٰن بن قاسم (المتوفی: 191ھ) کی امام مالک کے ملفوظاتِ فقہیہ وعلمیہ پر مبنی کتاب ''المدونۃ الکبریٰ'' یہ سب اس پر شاہد ہیں کہ آپ کے علم وفضل کے بارے میں غلو ومبالغہ سے کام نہیں لیا گیا، بلکہ یہ ان کی للّٰہیت کا ثمرہ ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأهم ما اشتهر به: العمل بالسنة، وعمل أهل المدينة، والمصالح المرسلة، وقول الصحابي إذا صح سنده، والاستحسان (الفقه الاسلامي و أدلته، ج ١، ص ٤٦، تحت العنوان: مقدمات، مقدمات ضرورية عن الفقه، المطلب الثاني، المذهب: مالک بن أنس. الفواكه الدواني على رسالة ابن أبي زيد القيرواني، ج ١، ص ٢٣، مقدمة الكتاب)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط 85) مولانا محمد ریحان

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات و حالات اور ہدایات و تعلیمات کا سلسلہ

پاکستان میں مسئلہ ٹیکس اور خلافتِ عمر سے اس کا حل (قسط 1)

دنیا میں اگر دیکھا جائے، تو کسی بھی ملک کی معیشت کی ترقی کا انحصار چار عوامل پر ہوتا ہے۔ سیاسی استحکام، ذرائع آمدنی کی فراوانی، بہتر انتظامی کارکردگی اور معاشی پالیسیوں کا تسلسل۔ اگر یہ چار عوامل صحیح طرح سے کام کر رہے ہوں، تو اس ملک کی ترقی کو کوئی نہیں روک سکتا۔ لیکن بدقسمتی سے پاکستان میں یہ چاروں عوامل کمزور بلکہ مفقود نظر آتے ہیں، جس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے یہ ہے کہ ریاستِ پاکستان کی معیشت کو چلانے کے لئے بیرونی قرضے تک مشکل ترین مرحلہ بن چکا ہے۔ بڑھتے ہوئے اخراجات اور کم ہوتے ہوئے ذرائع آمدن اور اس سے بڑھ چڑھ کر سیاسی اور انتظامی بگاڑ، اندرونی سلامتی کے مسائل اور زوال پذیر ریاست یہ سب عوامل ریاست کے قومی اور بین الاقوامی گراوٹ کی سنگین صورتِ حال کے واضح اشارے ہیں۔ یہ اشارے ہر اس شخص کو نظر آ رہے ہیں، جس کی زندگی اس معاشی زوال کے ہاتھوں غربت کی نچلی سطح پر پہنچ چکی ہے۔

حکومت معاشی اور سماجی عدمِ مساوات کے تفاوت کو کم سے کم کرنے کے حصول کے لئے کوشاں رہتی ہے۔ اس کے لئے اپنے اخراجات کو کم کرنا، اور ذرائع آمدن کو بڑھانے کے اقدامات تو کرنا چاہتی ہے، مگر پاکستان میں حالات اور صورتِ حال بالکل مختلف نظر آ رہی ہے۔ یہاں ذرائع آمدن کم سے کم ہوتے جا رہے ہیں۔ اور اخراجات مسلسل بڑھتے جا رہے ہیں۔

تجارتی خسارے، صنعتی پیداوار میں کمی، اور اس کی وجہ سے سرمایہ کاری میں کمی، اور آبادی میں اضافہ اور اس کا غیر متوازن پھیلاو پاکستان کی معیشت کی جہاں بنیادی وجوہات ہیں، وہیں، ٹیکس کا نظام بھی ایک بڑی وجہ ابھر کر ہمارے سامنے آتا ہے۔

پاکستان میں ٹیکس کا نظام:

پاکستان میں ریاست کے ذرائع آمدن کا ایک بڑا حصہ مختلف طرح کے ٹکس کے حصول پر مشتمل

www.idaraghufran.org

ہوتا ہے۔جن میں انکم ٹیکس،سیلز ٹیکس،فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی اور کسٹم ڈیوٹی ٹیکسز شامل ہیں۔دیکھا جائے،تو پاکستان میں ٹیکس کلچر تو موجود ہے،لیکن کئی وجوہات کی بناء پر یہ ٹیکس کلچر پاکستان کی معیشت کوسہارانہیں دے پارہا۔ٹیکس کلچر میں شہریوں میں ٹیکس دینے کی صلاحیت،اوراس کوادا کرنے کی ذمہ کا احساس،ٹیکس کے نظام کی جامعیت،اس کی وصولی کا نظام اور وصولی کے بعد ریاست کے شہریوں کے لئے اس کے فائدہ کی شکل میں سامنے آنا ضروری ہے،لیکن بدقسمتی سے اعدادوشمار بھی ٹیکس کے نظام اوراس کے نتیجے میں پاکستانی معیشت کی زبوں حالی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

(الف)......پاکستان میں ٹیکس کی اقسام:

پاکستان میں بنیادی طور پر ٹیکس کی دواقسام ہیں۔ایک قسم صوبائی ٹیکس کی ہے،اوردوسری قسم ایف بی آر کے ٹیکس کی ہے۔صوبائی ٹیکس محکمہ ایکسائز یا پھر حکومت خود وصول کرتی ہے،جبکہ ایف بی آر ٹیکسز ایف بی آر ادارہ وصول کرتا ہے۔ان میں سے کچھ ٹیکسز تو بالواسطہ ٹیکس ہیں،اور کچھ بلا واسطہ ہیں۔جن کا ذکر تفصیل کے ساتھ آگے آتا ہے۔

https://www.fbr.gov.pk/introduction-fbr/131167/57

(ب)......صوبائی ٹیکس کی اقسام:

صوبائی ٹیکس عمومی طور پر محکمہ ایکسائز یا ٹیکسیشن وصول کرتا ہے۔اور یہ مختلف اشیاء اورسامان پر لگایا جاتا ہے۔

(1)......موٹروہیکل ٹیکس:(Motor vehicle Tax)

موٹروہیکل ٹیکس محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کا ایک اہم ٹیکس ہے۔اس سے کافی آمدنی ہوتی ہے اور یہ خزانے کی آمدنی کا ایک اور بڑا ذریعہ ہے۔

اس کا انتظام موٹروہیکل آرڈیننس، 1965 اورموٹروہیکل ٹیکس ایکٹ، 1958 کے تحت ہوتا ہے۔اس ٹیکس کی شرح گاڑیوں اورموٹرسائیکلوں کی سی سی اورانجن کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔

www.idaraghufran.org

(2)......پراپرٹی ٹیکس:(Property Tax)

پراپرٹی ٹیکس ایک ٹیکس ہے جو غیر منقولہ جائیداد، جیسے زمین اور عمارتوں کی قیمت پر لگایا جاتا ہے۔ پاکستان میں پراپرٹی ٹیکس مقامی حکومتوں کے ذریعے وصول کیا جاتا ہے۔ پراپرٹی ٹیکس کی شرح جائیداد کی قیمت اور جگہوں کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔

(3)......فام ہاوس ٹیکس:(Farm House Tax)

فارم ہاؤس ٹیکس حکومت پنجاب نے فنانس ایکٹ 2011 کے تحت، پراپرٹی ٹیکس کے موجودہ ریٹنگ والے علاقوں سے باہر والے فارم ہاؤسز پر لگایا تھا اور جن کا کل رقبہ چار کنال ہے، بشمول کاشتکاری کے تحت والے علاقے، کم از کم احاطہ شدہ رقبہ 5000 مربع فٹ پر لگایا جاتا ہے۔اس کی شرح علاقوں اور رقبہ کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔

(4)......کپاس اور گنے کا ٹیکس:(Cesses Tax)

کپاس پر ٹیکس حکومت پنجاب نے کاٹن کنٹرول آرڈیننس 1966 کے ذریعے لگایا تھا، اور اس کی وصولی پہلے محکمہ زراعت کو تفویض کی گئی تھی۔تاہم یہ لیوی 1973 میں محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کو تفویض کی گئی تھی، اس کے بعد اس کی شرحیں بدلتی رہیں، اور اس وقت یہ 0.10 پیسے فی کلوگرام وصول کی جاتی ہے۔

ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے، ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن انسپکٹرز کو کاٹن انسپکٹر قرار دیا گیا، اور اس کی شرح کی مزید تفصیلات ایکسائز کی ویب سائٹ پر موجود ہیں۔

www.idaraghufran.org

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

بندر کی حاضر دماغی

پیارے بچو! ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بندر تھا۔ وہ بندر بہت ہوشیار اور چالاک تھا۔ وہ ایک درخت پر رہتا تھا۔ وہ درخت بیر کا درخت تھا، جس میں بہت مزیدار بیر اگتے تھے۔ ایک دن ایک مگر مچھ اچانک تیرتا ہوا آیا اور درخت پر چڑھ گیا۔ مگر مچھ نے بندر کو بتایا کہ وہ بہت دور سے سفر کر کے تیرتا ہوا آیا ہے، جس کے بعد وہ بہت زیادہ تھک چکا ہے۔ بندر کو اس بات کا نہیں پتا تھا کہ مگر مچھ بہت بھوکا تھا، اور وہ کھانے کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔ یہ سن کر مہربان بندر کو اس پر بہت زیادہ ترس آیا، اور اس نے اسے درخت سے اتار کر کچھ بیر دے دیئے۔ بیر دینے پر مگر مچھ نے اس کا بہت زیادہ شکریہ ادا کیا، اور بندر سے پوچھا:

”کیا ہم دوبارہ مل سکتے ہیں؟ مجھے کچھ اور پھل چاہیے ہوں گے، اس لئے میں آپ سے دوبارہ ملنا چاہتا ہوں۔“

یہ سن کر بندر خوشی سے مان گیا اور بندر نے اسے کہا:

”کیوں نہیں، میں تو یہاں ہی رہتا ہوں، تم جب چاہو، آ جانا اور پھل لے جانا۔“

مگر مچھ اگلے دن واپس آیا، پھل لے کر واپس چلا گیا۔ پھر دوبارہ اس سے اگلے دن آیا اور پھل لے کر واپس چلا گیا۔ یوں مگر مچھ کا روز کا معمول بن چکا تھا، وہ روزانہ آتا تھا، اور آ کر پھل لے کر واپس چلا جاتا تھا۔ یوں مگر مچھ اور بندر دونوں بڑے ہو گئے، اور ایک دوسرے کے دوست بن گئے۔

جیسا کہ سارے دوست کرتے ہیں، انہوں نے اپنی زندگی کے حالات پر تبادلہ خیال کیا اور ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہوئے، ایک دوسرے کو اپنی زندگی کے سارے حالات اور واقعات کے ساتھ تمام راز بھی بتا دیئے۔ مگر مچھ نے بندر کو اپنی بیوی کے بارے میں بھی بتایا جو دریا کے دوسری طرف رہتی تھی۔ اس نے بتایا کہ وہ یہاں تیر کر نہیں آ سکتی، اور وہ بھی بھوکی ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے، اس سخی بندر نے اس کو اس کی بیوی کے لئے اور بھی بیر دے دئے۔

www.idaraghufran.org

مگرمچھ اور بندر دوستی کے ساتھ اور بھی قریب ہوتے چلے گئے اور انہوں نے مل کر بیر کھائے۔ بندر اکثر مگرمچھ کو اپنی بیوی کے لیے گھر لے جانے کے لیے اضافی بیری دیتا تھا۔ دونوں دوست کتنے قریب ہو گئے تھے اس لیے مگرمچھ کی بیوی کو حسد ہونے لگا۔ وہ ان کی دوستی کو ختم کرنا چاہتی تھی۔ اس نے اپنے آپ سے سوچا:

''بندر تو کافی عرصے سے میٹھے بیر کھا رہا ہے۔ اس لئے اس کا گوشت تو میٹھا اور مزیدار ہوگا۔''

یہ سوچ کر اس نے ایک شیطانی پروگرام بنایا اور مگرمچھ سے کہا:

''آپ کیوں نہ اپنے دوست بندر کو یہاں کھانے پر بلائیں۔ ہم اس کی دعوت کریں گے اور اس کی مہمان نوازی کریں گے۔''

مگرمچھ نے انکار کر دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کی بیوی کوئی گندی چال چل رہی ہے۔ تاہم، وہ بندر کا گوشت کھانے کے لیے پرعزم تھی۔

اس نے بیمار ہونے کا ڈرامہ کیا اور مگرمچھ کو بتایا کہ اس کے ڈاکٹر کا دعویٰ ہے کہ واحد چیز جو اسے مرنے سے بچا سکتی ہے، وہ بندر کا دل ہے۔ یہ سن کر مگرمچھ بندر کے درخت کے پاس پہنچا اور اس سے جھوٹ بولا کہ اس کی بیوی نے ان کے لیے لذیذ کھانا تیار کیا ہے۔ بندر خوشی سے راضی ہو گیا اور مگرمچھ کی پیٹھ پر چڑھ گیا۔ آدھے راستے میں بندر نے دیکھا کہ مگرمچھ ڈوبنے لگا۔ خوفزدہ ہو کر بندر نے اپنے دوست سے پوچھا کہ تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ مگرمچھ نے سچائی سے صورتحال بیان کی۔

ہوشیار بندر نے اسے بتایا کہ یہ تو بڑی بدقسمتی ہے، کیونکہ اس نے اپنا دل گھر پر چھوڑ دیا ہے۔ اگر مگرمچھ اسے واپس لے گیا تو وہ مگرمچھ کی بیوی کو صحت مند ہونے کے لیے خوشی سے اپنا دل دے گا۔ بیوقوف مگرمچھ بندر کے ہوشیار جھوٹ کے جال میں پھنس گیا، اور واپس درخت کی طرف بھاگا تاکہ وہ بندر کا دل لے۔ جیسے ہی وہ پہنچے، بندر نے جلدی میں حفاظت کی طرف بھاگتے ہوئے مگرمچھ سے کہا کہ اپنی بیوی سے کہو کہ اس نے ایک احمق سے شادی کی ہے۔

پیارے بچو! اس کہانی سے یہ سبق ملتا ہے کہ حالات جیسے بھی کشیدہ اور سخت ہو جائیں، ہمیشہ پرسکون رہنا چاہیے، اور مشکل صورتِ حال سے نکلنے کے لئے سوچ و بچار کرنا چاہیے۔

www.idaraghufran.org

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط74) مفتی طلحہ مدثر

ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (گیارہواں حصہ)

معزز خواتین! ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مختصر احوال ہم نے ملاحظہ کیا کہ وہ قریش کی مالدار تاجرہ تھیں، مزید ایسی خواتین کے احوال ملاحظہ فرمائیں جو ضرورت کی بنا پر گھر سے باہر کام کاج کرتی تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ اور ان کی بہن کا قصہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان خواتین کا ذکر قرآن مجید میں سورۃ '' قصص'' میں مذکور ہے، مختصر قصہ یہ ہے، کہ جب حضرت موسیٰ سے نادانستہ طور پر ایک شخص ہلاک ہوگیا، تو اس کا فرعون اور اس کی کابینہ کو پتہ چل گیا، جس پر انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی قتل کی سازش تیار کرلی، موسیٰ علیہ السلام کے کسی خیر خواہ نے قبل از وقت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی اطلاع دے دی، اور موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل گئے، اور مدین پہنچ گئے، وہاں پانی کے گھاٹ پر انہوں نے چرواہوں کی بھیڑ اور رش دیکھا ، جو اپنے اپنے ریوڑ کو پانی پلا رہے تھے، اسی دوران کچھ دور دو خواتین نظر آئیں جو اس ہجوم کے ہٹنے کا انتظار کررہی تھیں، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ان کے گھر کوئی مرد نہیں ہے، اور والد بوڑھے ہیں، اس لئے یہ دونوں خواتین خود جانوروں کی دیکھ بال کرتی ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے ان کے ریوڑ کو پانی پلادیا، پھر اسی طرح یہ قصہ آگے بھی جاری رہتا ہے۔

یہ خواتین صرف اپنے گھر کی دو چار بکریوں کو پانی پلانے کے انتظار میں وہاں نہیں کھڑی تھیں، قرآن مجید کے الفاظ ہیں:

وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ(قصص،۲۳)

ترجمہ: ان سے ہٹ کر دو خواتین کو دیکھا جو روکے کھڑی ہیں (قصص)،

''تذودان'' کے الفاظ ریوڑ اور جانوروں کو پانی کے گھاٹ سے روکنے کے لیے استعمال ہوتے

www.idaraghufran.org

ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ یہ خواتین مرد موجود نہ ہونے کی وجہ سے گلہ بانی کرتی تھیں، اور موسیٰ علیہ السلام کے سامنے بھی انہوں نے یہی عذر ذکر کیا، کہ ہمارے والد بوڑھے ہیں، چنانچہ ضرورت کے موقع پر گھر سے نکل کر کام کرنا یا کوئی جائز پیشہ اختیار کرنے کا ثبوت، خود اسی قصے سے معلوم ہوا۔

حضرت عاصم بن عمر کی اہلیہ اور ساس

مستند تاریخ میں ہمیں ایک مشہور واقعہ ملتا ہے، کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ حکم نامہ جاری کیا گیا تھا، کہ کوئی بھی دودھ فروش دودھ میں پانی نہیں ملائے گا، اسی عرصہ میں کسی دن رات کو حضرت عمر گشت کر رہے تھے، کہ کسی خاتون کی آواز آئی کہ وہ اپنی بیٹی کو دودھ میں پانی ملانے کا کہہ رہی تھی، لیکن اس کی بیٹی نے انکار کر دیا، اور اس کو کہا کہ اگر چہ اس وقت عمر ہمیں نہیں دیکھ رہے لیکن عمر کا خدا ہمیں دیکھ رہا ہے، حضرت عمر نے اس خاتون سے اپنے بیٹے عاصم کی شادی کردی تھی، اور ان کے یہاں ایک بیٹی کی پیدائش ہوئی، جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کی والدہ تھیں ، یہ واقعہ مشہور و معروف ہے، اس میں حضرت عمر کے دور میں بھی خواتین کا دودھ فروشی سے وابستہ ہونے کا ثبوت پایا جاتا ہے، ضروری نہیں کہ ہو بہو اسی دور جیسی دودھ فروشی ہو، بلکہ وقت اور حالات کے ساتھ پیشہ اور کاروبار کے طریقوں میں بھی جدت اور ترقی ہوتی رہتی ہے، چنانچہ اگر آج کل کوئی خاتون ڈیری فارم کا کاروبار کرے، یا خشک دودھ کی فیکٹری لگالیں تو بنیادی طور پر یہ دودھ فروشی کا کاروبار ہی کہلائے گا۔

(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

تکفیر بازی ومغالطاتِ سلفی کا جائزہ(قسط15)

عرب کے محقق وفقیہ شیخ وہبۃ الزحیلی نے بھی اپنی معرکۃ الآراء مفصل فقہی تالیف''الفقه الاسلامی وادلته ''میں امامیہ کے بارہ ائمہ کومعصوم کہنے،اورامامیہ کے فقہ کے مذہبِ شافعی کے قریب ہونے کاذکرکرنے کے بعدامامیہ کےاذان میں''اشهد عليا ولى الله ''کےاضافہ کواہل السنۃ کے خلاف قراردیاہے،اسلام کے منافی قرارنہیں دیا،نہ ہی اس اضافہ پرکفرکاحکم لگایا۔

(ملاحظہ ہو:الفقه الإسلامي وأدلته للزحيلي،ج ۱،ص ۵۸،۵۹، مقدمات ضرورية عن الفقه، المطلب الثانى، لمحة موجزة عن أئمة المذاهب الكبرى الثمانية المعروفة عند أهل السنة والشيعة)

بلکہ فقہائے کرام نےتوخودنمازپڑھنے،اوراذان دینےکوہی اسلام کی علامت قراردیاہے،لہٰذااس کوکفرکی علامت سمجھنافقہی تصریحات کےمنافی ہے۔

(ملاحظہ ہو:الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴، ص ۲۷۱،وص ۲۷۳، مادة''اسلام'')

رافضہ وامامیہ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے،ان کے بعد،حضرت علی کے وصیِ جلی ہونے کے قائل ہیں،جس کے نتیجہ میں وہ حضرت علی کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کاامام اورخلیفہ بلافصل ہونے کاعقیدہ رکھتے ہیں،اوروہ اہل السنۃ کی طرح حضرت ابوبکروعمرکی خلافت کودرست نہیں مانتے،اس لئے وہ حضرت علی سے پہلے کی خلافت کواس میں حائل وموثرنہیں سمجھتے۔

اسی کے ساتھ وہ امام کومخصوص طریقہ کامعصوم بھی سمجھتے ہیں۔

اوران کےاس عقیدہ ونظریہ پراہل السنۃ کے محققین مفصل کلام کرتے آئے ہیں،اوراسی بنیادی فرق واختلاف پر''شیعہ''کےمقابلہ میں اہل السنۃ''سنی''کہلاتےہیں،اوروہ''شیعہ''کہلاتےہیں۔

اور بنیادی طور پراہل السنۃ کے ساتھ یہ اختلاف''سنت وبدعت'' کاہے،اسی بنیاد پر''اہل السنۃ'' کے مقابلہ میں''شیعہ ودیگرفرقوں کو''اهلُ البدعة واهلُ الاهواء''کہاجاتاہے۔

اورشیعہ،وروافض کی طرف سے''علی ولی الله ''یا''علی خلیفة بلا فصل ''جیسےالفاظ کے ساتھ اسی عقیدہ وفکرکازبان سے اظہارواقرارکیاجاتاہے،پس جوعقیدہ کفرنہیں، بلکہ بدعت

www.idaraghufran.org

ہے،تو اس کا زبان سے اظہار واقرار کیسے کفر قرار دیا جا سکتا ہے۔

مندرجہ بالا حوالہ جات ووجوہات کی بناء پر ہم ’’علی ولی اللہ و خلیفۃ بلا فصل ‘‘ کے الفاظ زبان سے اداء کرنے اوران الفاظ کے اذان میں اضافہ کو ’’وجہِ کفر‘‘ قرار دینے کے موقف کو مرجوح سمجھتے ہیں،اوراس کا برملا اعلان کرتے ہیں،جس میں ہمیں الحمد للہ تعالیٰ ’’ان اسلاف کی اتباع میں‘‘ سلفی صاحب،یا کسی دوسرے کی طرف سے ملامت کا خوف لاحق نہیں،جن اسلاف کی صفت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق ہے کہ:

’’وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ‘‘

اوراسی بناء پر ہم نے ماقبل کے اعتراضات کے جوابی مضمون میں پہلے ہی تحریر کر دیا تھا کہ:

رہا حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ،اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ وغیرہ جیسے اکابر علماء کا معاملہ،تو اس سلسلے میں ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ ان کو ہم اکابر تسلیم کرتے ہیں،ان کا دل سے ادب واحترام کرتے ہیں، جس طرح ہم جمہور مجتہدین کے مقابلے میں بعض محدثین،اور غیر مجتہد فقہاء، بلکہ تمام ہی مجتہدین وفقہائے اہلِ سنت کا بھی ادب واحترام کرتے ہیں،اور تردیدِ فرقِ باطلہ وتردیدِ روافض کے متعلق ان کی خدماتِ جلیلہ کو تسلیم کرتے ہیں۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود،صرف مطلق تکفیرِ شیعہ کے باب میں،ہم ان اکابر وفقہائے مجتہدین اور مفتیانِ عظام کے قول کو راجح سمجھتے ہیں،جو شیعہ کی مطلق تکفیر،یا شیعہ کے کسی خاص فرقہ کی تکفیر کے بجائے،وہ موقف رکھتے ہیں،جس کو ہم اختیار کرتے ہیں،اور جو مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ وغیرہ نے بیان فرمادیا،لیکن بایں ہمہ مسئلہ کے اجتہادی ہونے کی وجہ سے،دونوں طرف کے اکابر کو ماجور ہی سمجھتے ہیں،گناہ گار وعاصی کسی کو بھی نہیں سمجھتے،اور کسی کی بھی شان میں گستاخی وزبان درازی کو ہرگز جائز نہیں سمجھتے۔

آخراور بھی تو بہت سے دینی وفقہی مسائل ہیں،جن میں حضرت مولانا محمد سرفراز خان

www.idaraghufran.org

صفدر صاحب، اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہما اللہ کے مقابلے میں مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اور ان جیسے فقہی حضرات کے قول کو اختیار کیا جاتا ہے (علمی و تحقیقی رسائل، ج۱۸، ص ۴۲۸، و ۴۲۹)

لیکن مخاطبِ موصوف جس طرح فہمِ سلیم سے قاصر ہیں، اسی طرح ضد و ہٹ دھرمی میں بھی کسی سے کم نہیں۔

بے نمک مزاج کی ایک غبیانہ کتر بیونت کا تخیل

مغالطہ: ......اس کے بعد سلفی صاحب نے ماہنامہ حق چار یار کے مذکورہ شمارہ میں صفحہ نمبر ۳۷ پر اپنی پسندیدہ عادت وخصلت کا اظہار کرتے ہوئے یہ سرخی قائم کی ہے ’’مفتی بے نمک مزاج کا ایک غبیانہ ارشاد‘‘ جس کے ذیل میں ’’غبی الفہم، نام نہاد سلفی‘‘ نے ہمارے جوابی مضمون کے صفحہ نمبر ۴۸۷ کے ایک ناقص اقتباس کو اس طرح نقل کیا ہے:

> اگر ایسا ہی ہو، تو اہلُ السنۃ والجماعۃ کے محدثین اور علماء کی جن کتب میں اس طرح کی قابلِ تاویل، ضعیف، یا شدید ضعیف، یا جھوٹی روایات موجود ہیں۔ الخ۔ (ماہنامہ حق چار یار، فروری ۲۰۲۳ء صفحہ نمبر ۳۷)

جوابِ مغالطہ: ......جبکہ واقعہ یہ ہے کہ ہماری مندرجہ بالا عبارت دراصل اس سے پہلے جاری ایک موقف کا جزء وحصہ ہے، جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں، مخاطبِ موصوف نے کیونکہ ہمارے مقصود کو مخفی رکھ کر اپنی خائنانہ سازش کی تکمیل کرنا تھی، اس لئے ان کو ہماری تحدی کے باوجود آج تک اس کی ہمت وجرأت نہ ہوسکی کہ وہ ہمارے مکمل مضمون کو نقل کر کے اس پر تبصرہ کریں، اس لئے مخاطبِ موصوف کو اب ہم نے بھی اس حیثیت سے زیادہ اہمیت دینا چھوڑ دیا۔

مخاطبِ موصوف نے ہمارے مضمون کی سطر بھی پوری نقل نہ کی، جس کا آغاز ان الفاظ میں ہو رہا تھا کہ:

> اور اگر ایسا ہی ہو۔ الخ (علمی و تحقیقی رسائل، ج۱۸، ص ۴۸۷)

جبکہ مخاطبِ موصوف نے اس سے پہلے اپنی اسی قسط کے صفحہ نمبر پر ۲۷ پر ہمارے مضمون کے صفحہ نمبر ۴۸۵ سے اقتباس نقل کیا تھا، جس پر ہم پہلے کلام کر چکے ہیں۔

موصوف کی اس طرح کی کارستانیوں کا مقصد سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ قارئین کو دوسرے

www.idaraghufran.org

کا اصل مقصد سمجھ نہ آئے، اوراس کا جو مطلب اپنی مرضی سے وہ بیان کریں، قارئین کواس کو ہی درست سمجھیں، یا پھر ہماری نامکمل عبارت سے قارئین کواسی طرح غلط فہمی ہو، جس طرح اس طرح کی ناقص آیت کے پڑھنے سے غلط فہمی ہوسکتی ہے، اوروہ نماز جیسے فریضے کا منکر ہوسکتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ (سورة البقرة، آیت نمبر ۴۳)

”اے وہ لوگو جوایمان لائے، قریب مت جاؤ تم نماز کے“

اس سے معلوم ہوا کہ موصوف اپنی علمی بددیانتی میں کمالِ مہارت صفت کے حامل ہیں۔

اولاً تو ہماری یہ بات ضمناً تھی، اوراصل بات اس سے پہلے تھی، جس کو موصوف چٹ کر گئے۔

دوسرے موصوف نے جو اپنے اس مضمون میں خوب اچھل اچھل کر اپنی طعن وتشنیع کی بھڑاس نکالی ہے، وہ ان کی جہالت وغباوت کی ادنیٰ جھلک ہے۔

شیعہ وروافض کی طرف تحریفِ قرآن کی نسبت اوراس پر مرتب ہونے والے حکم کے بارے میں ہمارا موقف الحمدللہ! جمہور اہل السنۃ اور خود شیعہ مراجع کے مطابق ہے، جہاں تک نہ موصوف کی رسائی ہوئی، نہ ان کے مقلدین کی، اوراس موقف کو ہی ہم راجح سمجھتے ہیں، خواہ اس سے موصوف کو تکلیف ہوتی ہو، اس کے ہم مکلّف نہیں۔

ہم الحمدللہ اس سلسلہ میں علمی تعاقب کے لئے مزید مدلل ومفصل تحریر جمع کرچکے ہیں، جو اِن شاءاللہ تعالیٰ جلد ہی شائع ہوکر منظرِ عام پر آجائے گی، جس میں شیعوں کے گنتی کے صرف چار آدمیوں کو تحریفِ قرآن سے مستثنیٰ کرنے کا ڈھنڈورا، پیٹنے کی بھی قلعی کھول دی گئی ہے۔

رافضیوں کی زبان بولنے کا طعن، اور جماعتِ حقہ کا وجود

مغالطہ: ......اس کے بعد ماہنامہ حق چاریار، فروری، ۲۰۲۳ء کے صفحہ نمبر ۴۲ پر موصوف نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ:

”اب رافضیوں کی زبان کون بول رہا ہے؟

جوابِ مغالطہ: ......موصوف جیسے بدزبان شخص سے اسی قسم کے جلے بھنے عنوانات کی توقع کی جاسکتی ہے، لیکن یہ بات جان لینی چاہیے کہ بدزبانوں کی وجہ سے نہ کبھی اہلِ حق اوران کے

www.idaraghufran.org

متبعین کو زیر کیا جاسکا ہے، اور نہ ہی ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ کیا جاسکے گا، کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس راشاد کا مصداق ہیں:

لَا یَزَالُ مِنْ أُمَّتِی أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللّٰهِ، لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ، حَتّٰی یَأْتِیَهُمْ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰی ذٰلِکَ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۶۴۱)

اگر جمہور اہل السنۃ کے موقف کی ترجمانی کرنا کسی سنی کو ''رافضیوں کی زبان بولنا'' نظر آتی ہو، تو یہ اس نام نہاد سنی کی تقیہ بازی کی علامت ہے۔

اسی ضمن میں موصوف نے ہم سے مزید سوالات بھی کئے ہیں، لیکن ہم موصوف کو مخاطب کرکے جواب کا اہل نہیں سمجھتے، جو اپنی ضد وہٹ دھرمی میں اس درجہ آگے بڑھ چکے ہیں کہ دن دہاڑے بھی دن کی روشنی ہوتے ہوئے ''دن کو دن قبول کرنے'' پر آمادہ نہیں، البتہ دیگر اہلِ علم حضرات کی افہام وتفہیم کے لئے ہم اس طرح کے جوابات کے لئے الحمدللہ تعالیٰ کافی وافی مواد جمع کرچکے ہیں، جو اِن شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد طبع ہوکر منظرِ عام پر آجائے گا۔

اور ہم سمجھتے ہیں کہ نام نہاد سلفی جیسے لوگ، اپنے جیسے لوگوں کے درمیان خود سے اہل السنۃ کے ترجمان بن کر گھس جاتے ہیں، اور بدزبانی وبدکلامی کرکے سلف کے بدنام کنندہ بنتے ہیں، جس کی مثال شاید ہی سلف تو کیا، مشائخِ دیوبند میں بھی دور دور تک نہ ملے۔

حضرت عائشہ کی روایت پر روافض کی پیروی کا اتہام

مغالطہ: ......اس کے بعد موصوف نے ماہنامہ حق چاریار کے مذکورہ شمارہ میں اپنی اس قسط کے آخری صفحہ نمبر۴۴ پر اپنی اسی سابقہ پسندیدہ عادت وخصلت کا اظہار کرتے ہوئے یہ سرخی قائم کی ہے ''حضرت عائشہ کی روایات سے غفرانی ٹیم کا استدلال اور روافض کی پیروکاری''

جس کے ذیل میں موصوف نے ''نفس وشیطان کی پیروکاری'' کرتے ہوئے ہماری طرف جھوٹی نسبت کرتے ہوئے لکھا کہ:

حضرت سیدہ عائشہ عائشہ کی ایک دو مشہور روایات کا سہارا لے کر اس سے وہی استدلال کیا ہے، جو رافضی علماء کرتے ہیں (ماہنامہ حق چاریار، فروری ۲۰۲۳ء، صفحہ نمبر۴۴)

www.idaraghufran.org

اس کے بعد موصوف نے اپنے مضمون کی چھٹی قسط ماہنامہ حق چاریار، مارچ ۲۰۲۳ء کے شمارہ میں شائع کرائی ہے، جو اس ماہنامہ کے صفحہ نمبر ۱۸، سے شروع ہو کر صفحہ نمبر ۴۸ پر اختتام پذیر ہوئی ہے، جس میں موصوف نے شدید خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔

چنانچہ اس قسط کے شروع میں موصوف لکھتے ہیں:

''مولانا محمد رضوان صاحب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت پیش فرمائی ہے، جس کی بنیاد پر وہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر تحریفِ قرآن مجید پر مشتمل روایات کتبِ شیعہ میں موجود ہیں، تو یہ کوئی قابلِ گرفت چیز نہیں، کیونکہ ایسی روایات کتبِ اہلِ سنت میں بھی موجود ہیں'' (ماہنامہ حق چاریار، مارچ ۲۰۲۳ء، صفحہ نمبر ۱۸)

جوابِ مغالطہ: ......موصوف جو بے ضمیری و بے شرمی میں کہیں کے کہیں پہنچے ہوئے ہیں، انہوں نے اس موقع پر ہمارے مضمون کی عبارت کا حوالہ اس لئے نہیں لکھا کہ جس دعوے کو وہ ہماری طرف منسوب کرنا چاہتے تھے، یہ دعویٰ ہم نے سرے سے کیا ہی نہیں۔

اس کے بعد موصوف نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا حوالہ ہمارے علمی تحقیقی رسائل جلد ۱۸، صفحہ ۴۸۷، کا ذکر کیا ہے۔

ہماری مندرجہ تالیف بازار میں مطبوعہ شکل میں دستیاب ہے، جس کو طالب صادق بآسانی حاصل کرسکتا ہے، اور اس کو ملاحظہ کر کے موصوف کی خیانت کو خود ملاحظہ کرسکتا ہے۔

ہم نے ہرگز وہ دعویٰ نہیں کیا، جس کی موصوف نے ہماری طرف نسبت کی، اور نہ ہی ہم نے حضرت عائشہ کی اس روایت کو اپنے مضمون کے متن میں اس مخترع دعوے کا مستدل بنا کر پیش کیا۔

اس سلسلہ میں ہمارے متن کی مکمل عبارت مندرجہ ذیل ہے:

''ساتھ ہی موصوف کو یہ بھی واضح کرنا چاہئے کہ اگر کسی کتاب میں کوئی روایت مروی ہو، اور مؤلف و مصنف نے بحیثیتِ روایت کے ہی اس کو نقل کیا ہو، تو کیا اس کی وجہ سے اس مصنف و مؤلف کے عقیدہ کا بھی اس کے مطابق و موافق ہونا لازم آتا ہے؟

اور اگر ایسا ہی ہو، تو اہلُ السنۃ والجماعۃ کے محدثین اور علماء کی جن کتب میں اس طرح کی قابلِ تاویل، ضعیف، یا شدید ضعیف، یا جھوٹی روایات موجود ہیں، اور انہوں نے ان

www.idaraghufran.org

روایات کی نہ تصدیق کی ہو اور نہ تردید کی ہو، تو کیا اہلُ السنۃ والجماعۃ کے ان محدثین و علماء کی طرف بھی ان روایات کے مطابق عقائد وافکار کی نسبت کرنا، درست قرار پاسکتا ہے، یا اس سلسلے میں دیگر محدثین ومحققین اور علماء کی تاویلات وتوجیہات اور اسنادی حیثیت وغیرہ سے متعلق آراء کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے؟ اور یہ اصول صرف اپنے لیے ہی مؤثر ہے، یا دوسروں کو بھی اس اصول پر عمل درآمد کرنے کا حق ہے؟ (علمی وتحقیقی رسائل، ج۱۸،ص۴۸۶و۴۸۷)

مندرجہ بالا عبارت کے آخر میں ہم نے جو حاشیہ میں عبارات نقل کی ہیں، ان میں ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے، اور اس کے بعد مزید روایات وعبارات بھی ہیں، جو اس کے بعد ہماری تالیف کے صفحہ نمبر ۴۱۹ تک کے حاشیہ میں پھیلی ہوئی ہیں، اور ان میں مسند احمد کی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور روایت، حمیدۃ بنتِ ابی یونس کی روایت، فتح الباری کی عبارات، اور جلال الدین سیوطی کی الاتقان کی تفصیلی عبارت شامل ہیں۔ لیکن موصوف نے حاشیہ کی ان دیگر عبارات سے تعرض کی ضرورت نہیں سمجھی، کیونکہ انہیں دوسرے پر الزامات واتہامات قائم کرنے، اور اس پر خوب نمک مرچ لگانے کے لئے کسی دوسری عبارت کی ضرورت نہ تھی، بلکہ وہ عبارات ان کے دعوے کے بطلان کی دلیل تھیں۔

ہمارے حاشیہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو روایت نقل کی گئی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنا عبد الله بن مسلمة القعنبي، عن مالك، عن عبدالله بن أبي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم، عن عمرة بنت عبد الرحمن ،عن عائشة أنها قالت: كان فيما أنزل الله عز وجل من القرآن: (عشر رضعات يحرمن) ثم نسخن بـ: (خمس معلومات يحرمن) فتوفي، النبي – صلى الله عليه وسلم – وهن مما يقرأ من القرآن (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۲۰۶۲، كتاب النكاح، باب هل يحرم ما دون خمس رضعات)

(علمی وتحقیقی رسائل، ج۱۸،ص۴۸۷)

جبکہ موصوف نے ہماری طرف نسبت کرکے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

”عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ: عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ، ثُمَّ نُسِخْنَ، بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ، فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِي فِيمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ“(ماہنامہ حق چار یار، مارچ ۲۰۲۳ء، صفحہ نمبر ۱۸)

www.idaraghufran.org

جس کے بعد موصوف نے جوابی تبصرہ شروع کیا ہے،اور پھر خود سے اس مختصر روایت کا ترجمہ بھی کیا ہے، کیونکہ ہم نے نہ اس کا ترجمہ کیا تھا، نہ ہی اس کو متن میں درج کیا تھا،اور نہ ہی اس سے وہ استدلال کیا تھا،جس کی موصوف نے ہماری طرف نسبت کی،ہم نے جس مقصد کے لئے حواشی میں اس قسم کی عبارات ذکر کیں،اس حاشیہ کے نشان زدہ متن میں صاف طور پر ذکر ہے، جو ہر اس عاقل منصف قاری کو سمجھنا آسان ہے،جس کو اللہ تعالیٰ نے موصوف جیسی بدترین خیانتوں کی مذموم صفات سے محفوظ رکھا ہو۔

اور پھر اس کے بعد موصوف نے رافضیوں کے استدلال کا ذکر کر کے اہلِ سنت کی طرف سے اس کا جواب تحریر کیا ہے،جس میں موصوف لکھتے ہیں کہ:

یہ روایت قرآن مجید کی اس آیت سے متعلق ہے،جو منسوخ الحکم والتلاوت ہے،اور اس کا عقیدہ تحریفِ قرآن سے رائی برابر بھی کوئی واسطہ وتعلق نہیں ہے،اور اس کے منسوخ التلاوت والحکم ہونے پر علماءِ اہلِ سنت واہلِ تشیع سبھی کا اتفاق ہے(ماہنامہ حق چاریار، مارچ ۲۰۲۳ء،صفحہ نمبر ۱۹)

موصوف کو بغیر سوچے سمجھے،قلم چلانے کی عادت ہے۔

ورنہ اگر وہ بغض وعداوت،اور تعصب وتشدد کی پٹی آنکھوں سے اتار کر اہلِ سنت کی مستند عبارات وحوالہ جات کو ملاحظہ کرتے،تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کے’’منسوخ الحکم والتلاوۃ‘‘ کے مجموعہ پر’’علماءِ اہلِ سنت کے اتفاق کا دعویٰ نہ کرتے۔

کیونکہ دس مرتبہ کے منسوخ ہونے کا تو اس روایت میں خود ہی ذکر ہے،اور اسی روایت میں اس کا ناسخ:

’’ثم نسخن بخمس معلومات یحرمن‘‘

کے الفاظ میں مذکور ہے،جس سے معلوم ہوا کہ پانچ مرتبہ سے حرمت ثابت نہیں ہوتی،اور امام شافعی کا یہی قول ہے،اور ان کا مستدل دوسری روایات کی طرح خود یہ روایت بھی ہے،جس کو وہ’’غیر منسوخ الحکم‘‘ قرار دیتے ہیں۔

پھر اس روایت کے منسوخ الحکم ہونے پر علماءِ اہلِ سنت کے اتفاق کا دعویٰ کیسے درست قرار پا سکتا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ سنن الترمذی میں فرماتے ہیں:

وقالت عائشة :أنزل في القرآن عشر رضعات معلومات، فنسخ من ذلك خمس، وصار إلى خمس رضعات معلومات، فتوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم والأمر على

www.idaraghufran.org

ذلک حدثنا بذلک إسحاق بن موسى الأنصاری قال :حدثنا معن قال :حدثنا مالک، عن عبد الله بن أبی بکر، عن عمرة، عن عائشة بهذا، وبهذا کانت عائشة تفتی وبعض أزواج النبی صلى الله علیه وسلم، وهو قول الشافعی، وإسحاق .وقال أحمد بحدیث النبی صلى الله علیه وسلم لا تحرم المصة ولا المصتان، وقال :إن ذهب ذاهب إلی قول عائشة فی خمس رضعات فهو مذهب قوی وجبن عنه أن یقول فیه شیئا (سنن الترمذی،رقم الحدیث ۱۱۵۰،ابواب الرضاع،باب ما جاء لا تحرم المصة ولا المصتان)

اور حسین بن محمود حنفی (المتوفیٰ:727ھ) فرماتے ہیں:

قول عائشة رضی الله عنها" :کان فیما أنزل من القرآن :عشر رضعات معلومات یحرمن، ثم نسخن بخمس معلومات"؛ یعنی :کانت فی القرآن آیة فیها :أن المحرم من الرضاع عشر رضعات، ثم نسخت تلاوة تلک الآیة، ونسخت من حکمها خمس رضعات، وبقیت خمس رضعات، فبقی الحکم فیها :أن المحرم خمس رضعات لا عشر .ولیس فی لفظ القرآن أن المحرم عشر رضعات أم خمس، بل نسخت تلاوة آیة الرضاع مطلقا، وبقی حکم تحریم خمس رضعات، وهذه الآیة کآیة الرجم؛ فإنه نسخت تلاوتها، وبقی حکمها (المفاتیح فی شرح المصابیح، ج۴،ص ۴۴،کتاب النکاح،باب المحرمات)

اور امام نووی رحمہ اللہ صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں:

والنسخ ثلاثة أنواع أحدها ما نسخ حکمه وتلاوته کعشر رضعات والثانی ما نسخت تلاوته دون حکمة کخمس رضعات وکالشیخ والشیخة إذا زنیا فارجموهما والثالث ما نسخ حکمه وبقیت تلاوته وهذا هو الأکثر ومنه قوله تعالی والذین یتوفون منکم ویذرون أزواجا وصیة لأزواجهم الآیة والله أعلم.

واختلف العلماء فی القدر الذی یثبت به حکم الرضاع فقالت عائشة والشافعی وأصحابه لا یثبت بأقل من خمس رضعات .

وقال جمهور العلماء یثبت برضعة واحدة حکاه بن المنذر عن علی وبن مسعود وبن عمر وبن عباس وعطاء وطاوس وبن المسیب والحسن ومکحول والزهری وقتادة والحکم وحماد ومالک والأوزاعی والثوری وأبی حنیفة رضی الله عنهم وقال أبو ثور وأبو عبید وبن المنذر وداود یثبت بثلاث رضعات ولا یثبت بأقل فأما الشافعی وموافقوه فأخذوا بحدیث عائشة خمس رضعات معلومات (شرح النووی علیٰ مسلم،۱۰،ص ۲۹،باب جواز الغیلة وهی وطء المرضع وکراهة العزل)

اس کے بعد موصوف نے ''نسخ'' کی تین قسمیں بیان کر کے اپنی اتہام سازی کا ان الفاظ میں ذکر کیا کہ:

''غفرانی ادارہ اور اس کے میر مجلس بھی یہ حماقت کر بیٹھے کہ کہ انہوں نے رافضیوں کا چبایا ہوا لقمہ چبا کر عقلی ثبوت فراہم کیا ہے'' (ماہنامہ حق چاریار، مارچ ۲۰۲۳ء، صفحہ نمبر ۲۱)

www.idaraghufran.org

ہم نے اس موقع پر کونسا لقمہ چبایا، اور کونسا نہیں، اس کا ثبوت تو الحمدللہ تعالیٰ خود ہماری مطبوعہ تالیف ہے، جو ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ نسلوں کے بھی سامنے ہوگی، اور اگلے ایڈیشن میں اس موقع پر ان شاء اللہ تعالیٰ موصوف کی ''تکفیر بازی'' کے ساتھ ساتھ اس طرح کی ''اتہام سازی'' کے نمونے بھی ملاحظہ کرنے کی سہولت میسر ہوگی۔

ہم تحدث بالنعمۃ کے طور پر کہتے ہیں کہ الحمدللہ ہم اس مسئلہ میں اہلُ السنۃ والجماعۃ محققین کے ہم نوالہ وہم پیالہ ہیں، اور ہم اپنی اس موقع پر تحریر کردہ مختصر عبارت کا اعادہ کرتے ہیں کہ:

اگر ایسا ہی ہو، تو اہلُ السنۃ والجماعۃ کے محدثین اور علماء کی جن کتب میں اس طرح کی قابلِ تاویل، ضعیف، یا شدید ضعیف، یا جھوٹی روایات موجود ہیں، اور انہوں نے ان روایات کی نہ تصدیق کی ہو اور نہ تردید کی ہو، تو کیا اہلُ السنۃ والجماعۃ کے ان محدثین و علماء کی طرف بھی ان روایات کے مطابق عقائد وافکار کی نسبت کرنا، درست قرار پاسکتا ہے، یا اس سلسلے میں دیگر محدثین ومحققین اور علماء کی تاویلات وتوجیہات اور اسنادی حیثیت وغیرہ سے متعلق آراء کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے (علمی وتحقیقی رسائل، ج۱۸، ص ۴۸۷)

ہم نے یہ سوال الزامی طور پر موصوف سے کیا تھا، اس سلسلہ میں الحمدللہ ہمارا جواب یہی ہے، جس سے متعلق حواشی میں عبارات بھی درج ہیں کہ:

اس سلسلے میں دیگر محدثین ومحققین اور علماء کی تاویلات وتوجیہات اور اسنادی حیثیت وغیرہ سے متعلق آراء کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے''

ہم روافض کے تحریفِ قرآن کے موقف کے بارے میں اہلُ السنۃ والجماعۃ کے ترجمان ابوالحسن اشعری کا حوالہ پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

ابوالحسن اشعری کے بعد چوتھی صدی ہجری کے ماہر فقیہ، محدث اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے متکلم اور اشاعرہ کے امام کا لقب پانے اور عراق میں مالکیہ کی ریاست کی انتہاء کو پہنچنے والے ''قاضی ابوبکر باقلانی مالکی'' (المتوفیٰ: 403ھ) نے ''تحریفِ قرآن'' کے عقیدہ کے بطلان پر ایک نہایت عمدہ

www.idaraghufran.org

کتاب ''الانتصار للقرآن '' کے نام سے تالیف فرمائی ہے، اس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، اور علامہ آلوسی وغیرہ کے حوالہ جات اس کے علاوہ ہیں، جن کو حجت تمام کرنے کے لئے ہم نے الگ مفصل تالیف میں جمع کردیا ہے۔ (جاری ہے......)

(طبع ہو کر منظرِ عام پر آ چکی ہے)

علمی و تحقیقی رسائل (جلد 22)

اہلِ تشیع کی ''تحقیق و تکفیر''

اہلِ قبلہ کی تعریف اور اس کے مصداق اور ان کی عدمِ تکفیر پر احادیث و روایات

اہلِ تشیع کی تحقیق، ان کی طرف منتسب فرقوں، اور ان کے اصولی افکار پر کلام

''شیعہ امامیہ اثنا عشریہ'' کی علی الاطلاق تکفیر پر بعض اہلِ علم حضرات کا موقف

شیعہ کی علی الاطلاق تکفیر کے برخلاف، جمہور محققین، مجتہدین و اکابرین کا موقف

تکفیر میں اختلاف اور تکفیر کی مجمع علیہ وجوہات واسباب پر محققین کا محتاط موقف

اہلُ الاھواء و اہلُ البدعۃ کی روایات قبول ہونے نہ ہونے کی تحقیق

شیعہ و روافض کی مرویات اور ان کی اسنادی حیثیت

مصنف: مفتی محمد رضوان خان

ناشر: ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان، فون: 051-5507270

www.idaraghufran.org

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

شیخ الہند کا زندگی کے آخری حصہ میں سیکھا ہوا سبق

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کا واقعہ نقل کرتے ہوئے فرتے ہیں:

مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد (حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ) ایک رات بعد عشاء دارالعلوم میں تشریف فرما تھے، علماء کا بڑا مجمع سامنے تھا، اس وقت فرمایا کہ ہم نے تو مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں، یہ الفاظ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا کہ اس استاذ العلماء درویش نے اسّی سال علماء کو درس دینے کے بعد آخر عمر میں جو سبق سیکھے ہیں، وہ کیا ہیں، فرمایا کہ:

’’میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں، تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے، ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا، دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی، اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے، بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر بستی بستی میں قائم کیے جائیں، بڑوں کو عوام میں درسِ قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے، اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے، اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے‘‘ (جواہر الفقہ، جلد اول، ص ۴۳۷، مضمون ’’اختلافِ امت پر ایک نظر‘‘ مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: ذی الحجہ 1431ھ، نومبر 2010ء)

اور حضرت شیخ الہند کے تلمیذِ رشید مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ترجمہ قرآن شریف بہت ضروری اور مفید ہے،مگر وہ بڑی عمر والوں کے لئے کار آمد اور ضروری ہے(مکتوبات شیخ الاسلام،ج۱،ص ۱۰۲،مکتوب نمبر ۳۸،مطبوعہ: معارفِ اعظم گڈھ،تاریخِ طبع:۱۹۵۲ء)

ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے اس ارشاد میں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے اوپر بیان کئے گئے سبق کی ہی وضاحت ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرنے والے پہلے طالب علم تھے،ان کے اساتذہ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا محمود دیوبندی شامل ہیں،آپ تصوف میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے مجاز تھے۔

آپ نے دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیں،اور جمعیۃ الانصار اور نظارۃ المعارف جیسی تنظیموں کی بنیاد رکھی،آپ کے اجل تلامذہ میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی،علامہ انور شاہ کشمیری،اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی،مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی،مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا عبیداللہ سندھی شامل ہیں۔

دسمبر 1916ء میں گرفتار کیا گیا،اور آپ کو مالٹا قلعہ وردالہ میں قید کر دیا گیا،مئی 1920ء میں آپ کو رہا کیا گیا،اور اسی سال نومبر کے آخر میں آپ کا انتقال ہوگیا۔

اسی درمیان آپ نے اردو میں قرآن کا ایک بین سطری ترجمہ لکھا،بعد میں اس ترجمہ کو تفسیری نوٹوں کے ساتھ لکھنا شروع کیا،ابھی چوتھا پارہ ہی مکمل کیا تھا کہ 30 نومبر 1920ء میں انتقال ہوگیا،جس کے بعد اس تفسیر کو ان کے شاگرد علامہ شبیر احمد عثمانی نے مکمل کیا اور تفسیرِ عثمانی کے نام سے شائع ہوا۔

حضرت شیخ الہند نے تمام تر درس وتدریس اور تصنیف وتالیف،اور تحریکات کی سرپرستی کے بعد عمر کے آخری حصہ میں جیل میں قید وبند کی تنہائیوں میں پوری دنیا میں مسلمانوں کے دینی اور دنیوی حیثیت سے تباہ ہونے پر غور وفکر کیا،تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے،اور اپنی باقی زندگی کو ان ہی دو کاموں میں صرف کرنے کا عزم لے کر واپس آئے۔

www.idaraghufran.org

ان دونوں میں ایک سبب، قرآن کو چھوڑ دینا، اور دوسرا سبب آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔

پہلے سبب کا حل یہ بتلایا کہ قرآن مجید کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے، بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر بستی بستی میں قائم کیے جائیں، بڑوں کو عوام میں درسِ قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے، اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے، اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا یہ ارشاد بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

ہمارا تجربہ ومشاہدہ بھی حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی مندرجہ بالا ہدایت سے مختلف نہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید مسلمانوں کے باہمی اتحاد اتفاق کا بھی موثر ترین ذریعہ ہے، جس کی شہادت خود قرآن مجید نے دی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ. وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَأُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (سورة آلِ عمران رقم الآيات ۱۰۳، الیٰ ۱۰۵)

ترجمہ: اور مضبوط پکڑلو تم، اللہ کی رسی کو سب مل کر اور تفرقہ بازی نہ کرو، اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی، جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے الفت ڈال دی تمہارے دلوں کے درمیان، پھر ہوگئے تم اس نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی، اور تھے تم گڑھے کے کنارے پر آگ کے، پھر بچالیا اس نے تم کو اس سے، اسی طرح سے بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے اپنی نشانیوں کو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

www.idaraghufran.org

اور چاہیے کہ ہو تم میں سے ایک جماعت، دعوت دیں وہ خیر کی طرف، اور حکم کریں وہ معروف کا، اور منع کریں وہ منکر سے، اور یہ لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔

اور مت ہو جاؤ تم ان لوگوں میں سے جنہوں نے تفرقہ بازی کی اور اختلاف کیا، بعد اس کے کہ آ گئے تھے، ان کے پاس واضح دلائل، اور یہی لوگ ہیں کہ جن کے لئے عذابِ عظیم ہے (سورہ آلِ عمران)

مذکورہ آیات سے اتفاق واتحاد کا حکم اور تفرقہ بازی کی ممانعت معلوم ہوئی، اور ساتھ ہی اتحاد و اتفاق کا ذریعہ بھی معلوم ہوا، وہ یہ کہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لیں، اور کوئی بھی اس سے الگ نہ ہو، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دین میں تفرقہ بازی اور گروہ بندی بری چیز ہے، جس پر عذابِ عظیم کی وعید اور دھمکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَأَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (سورة الانفال، رقم الآية ٤٦)

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں تنازعہ نہ کرو، ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (سورہ انفال)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر متفق و جمع ہونا چاہئے، اور اس سے ہٹ کر آپس میں تنازعہ نہیں کرنا چاہئے، جس کی وجہ سے بزدلی پیدا ہوتی ہے، اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہوا اکھڑ جاتی ہے، اور اس کا حل یہ بیان کیا کہ اگر ایک دوسرے کی باتیں ناگوار گزریں، تو ان پر صبر سے کام لو، اور ایک دوسرے پر چڑھائی اور گمراہی کی بیان بازی نہ کرو، کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے، لہٰذا اللہ کی مدد و نصرت بھی انہیں کے ساتھ ہوگی۔

احادیث کی رُو سے اللہ تعالیٰ کی رسی سے مراد قرآن مجید ہے۔

یزید بن حیان سے روایت ہے کہ:

www.idaraghufran.org

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَيْهِ فَقُلْنَا لَهُ: لَقَدْ رَأَيْتَ خَيْرًا صَحِبْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّيْتَ خَلْفَهُ فَقَالَ: نَعَمْ وَإِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَقَالَ: إِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ كِتَابَ اللّٰهِ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدَى وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلَى الضَّلَالَةِ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ١٢٣، ذكر إثبات الهدى لمن اتبع القرآن والضلال لمن تركه) ۱؎

ترجمہ: ہم زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان سے عرض کیا کہ بے شک آپ نے خیر کو دیکھا ہے، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے، اور آپ نے رسول اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز پڑھی ہے، تو حضرت زید بن ارقم نے فرمایا کہ جی ہاں! اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں تم میں اللہ کی کتاب کو چھوڑ رہا ہوں، جو کہ اللہ کی رسی ہے، جس نے اس کی اتباع کی، وہ ہدایت پر ہوگا، اور جس نے اس کو ترک کر دیا، تو وہ گمراہی پر ہوگا (صحیح ابنِ حبان)

اور حضرت ابو وائل سے روایت ہے کہ:

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: إِنَّ هٰذَا الصِّرَاطَ مُحْتَضَرٌ، تَحْضُرُهُ الشَّيَاطِيْنُ يُنَادُوْنَ: يَا عِبَادَ اللّٰهِ، هٰذَا الطَّرِيْقُ فَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ، فَإِنَّ حَبْلَ اللّٰهِ الْقُرْآنُ (سنن الدارمي، رقم الحديث ٣٣٦٠) ۲؎

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک یہ (دین کا) راستہ حاضر ہونے والا ہے، جس پر شیاطین حاضر ہو کر پکارتے ہیں کہ اے اللہ کے بندو! یہ راستہ ہے (یعنی وہ غیر دین کے راستہ کی طرف دعوت دیتے ہیں) لہٰذا تم (شیاطین کی گمراہی سے بچنے کے لیے) اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو، پس بے شک اللہ کی رسی قرآن ہے (سنن الدارمی)

جہاں تک قرآن مجید کے لفظاً ومعناً عام کرنے کا تعلق ہے، تو اہلِ علم حضرات نے لفظی تعلیم کے

۱؎ قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية صحيح ابنِ حبان)

۲؎ قال حسين سليم اسد الداراني: إسناده صحيح إلى عبد الله (حاشية سنن الدارمي)

www.idaraghufran.org

مکاتب ومدارس تو بے شک خوب قائم کیے، جو قابلِ ستائش اور لائقِ تحسین امر ہے، اگرچہ اس میں بھی ابھی مزید بہتر ائی لانے، اور اس عمل کو رسمی طور پر جاری رکھنے کے بجائے، حقیقی روح کے ساتھ، تجوید وتلفظ کو درست کرانے پر محنت کی ضرورت باقی ہے۔

لیکن قرآن مجید کے ترجمہ اور معانی کو عام کرنے کی طرف، تاحال کماحقہٗ توجہ نہیں کی جاسکی، بلکہ طرح طرح کی کمزور تاویلات کے ذریعے، عوام کو قرآن کے ترجمہ ومعانی سے روکنے، اور اس سے ڈرانے اور دور رہنے پر زور دیا گیا، اور جن حضرات نے اس کی ضرورت سمجھی، وہ بھی درسِ قرآن، اور دورہ تفسیر وغیرہ کے عنوان سے، قرآن مجید کے حقیقی معانی کے بجائے، اپنی اپنی ہی ترجیحات وافکار کو ہی ہدف بناتے رہے، اور ایسی ایسی باتیں قرآن مجید سے ثابت کرنے پر اپنی صلاحیتوں کو خرچ کرتے رہے، جو قرآن مجید کا مطمحِ نظر تو کیا ہوتیں، ان کو فروعی واجتہادی مسائل سے بھی کوئی تعلق نہیں، اور آج علمی دنیا میں فروعی وفقہی اور اجتہادی مسائل پر جس قسم کا ماحول بنادیا گیا ہے، وہ مسلمانوں کی باہمی جنگ وجدل کے لیے کافی ہے، جس کو برداشت نہ کرنے کا شیخ الہند رحمہ اللہ نے آخری عمر میں سبق دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اصلاحِ احوال کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

www.idaraghufran.org

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط 96 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ اور قارون (دوسرا حصہ)

قرآن مجید میں قارون کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ وہ حیاتِ دنیوی کے مال ومتاع کے نشہ میں حددرجہ مغرور تھا، کثرت مال کی وجہ سے غرور اور تکبر میں مبتلا ہو گیا۔ [1]

اور کثرت مال کی وجہ سے بنی اسرائیل پر سرکشی کرنے لگا، اور اس کی مال ودولت کا یہ حال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ ان کی کنجیاں ایک صاحبِ قوت جماعت پر بھاری ہوتی تھیں، یعنی اس کے خزانوں کی کنجیاں اتنی زیادہ تھیں کہ ایک جماعت کو ان کا اٹھانا مشکل تھا، اس لیے وہ اترایا پھرتا تھا، جس کی وجہ سے وہ کفر اور کبر میں مبتلا ہو گیا تھا، اور موسیٰ علیہ السلام کو نبوت

[1] بعض روایات کے مطابق قارون، حضرت موسیٰ پر حسد کرنے لگا، چنانچہ اس نے ایک عورت کو مال وغیرہ دے کر اس پر آمادہ کیا کہ مجمع عام میں حضرت موسیٰ پر زنا کی تہمت لگائے، چنانچہ اس عورت نے جب حضرت موسیٰ پر تہمت لگائی، تو حضرت موسیٰ کانپ گئے، اور اس عورت کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہا کہ سچ بتا بات کیا ہے؟ اس عورت نے سچ سچ کہہ دیا کہ قارون نے مجھے اس قدر مال دے کر اس پر آمادہ کیا ہے، حضرت موسیٰ سجدہ میں گر پڑے، اور قارون کے حق میں بددعا کی، اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی کہ اے موسیٰ! ہم نے زمین کو تیرے لیے مسخر کر دیا ہے، قارون کے بارے میں جو تو زمین کو حکم دے گا، وہ تیری فرمانبرداری کرے گی، حضرت موسیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ وہ اس کو نگل لے، لوگوں نے اس کو مضحکہ اور جادو سمجھا، یہاں تک کہ زمین نے اس کو گھٹنوں تک نگل لیا، تو قارون چلانے لگا، اور قرابت کا واسطہ دینے لگا، مگر حضرت موسیٰ نے شدتِ غضب اور بغض فی اللہ کی وجہ سے کچھ التفات نہ کیا، یہاں تک کہ پورا زمین میں دھنس گیا۔

وقول سابع: روی عن ابن عباس قال: لما أمر الله تعالی برجم الزانی عمد قارون إلی امرأة بغی وأعطاها مالا، وحملها علی أن ادعت علی موسی أنه زنی بها وأنه أحبلها، فعظم علی موسی ذلک وأحلفها بالله الذی فلق البحر لبنی إسرائیل، وأنزل التوراة علی موسی إلا صدقت. فتداركها الله فقالت: أشهد أنک بریء، وأن قارون أعطانی مالا، وحملنی علی أن قلت ما قلت، وأنت الصادق وقارون الکاذب. فجعل الله أمر قارون إلی موسی وأمر الأرض أن تطیعه. فجائه وهو یقول للأرض: یا أرض خذیه، وهی تأخذه شیئا فشیئا وهو یستغیث یا موسی! إلی أن ساخ فی الأرض هو وداره وجلساؤه الذین کانوا علی مذهبه(تفسیر القرطبی، ج۱۳ ص ۳۱۰، ۳۱۱، سورة القصص)

www.idaraghufran.org

حاصل ہونے کی وجہ سے ان سے حسد کرتا تھا۔ [1]

ایک مرتبہ اس کی قوم کے صالح اور نیک لوگوں نے اس سے کہا کہ اترا مت، اور اللہ کے دیئے ہوئے مال پر غرور اور تکبر نہ کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ [2]

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] بعض حضرات کے نزدیک چونکہ پورے بنی اسرائیل کی سیادت حضرت موسیٰ کو حاصل تھی، اوران کے بھائی حضرت ہارون ان کے وزیر اور نبی تھے، اس کو یہ حسد ہوا کہ میں بھی تو ان کی برادری کا بھائی، اورقریبی رشتہ دار ہوں، میرا اس سیادت وقیادت میں کوئی حصہ کیوں نہیں، چنانچہ حضرت موسیٰ سے اس کی شکایت کی، حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ یہ جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، مجھے اس میں کچھ دخل نہیں، مگر وہ اس پر مطمئن نہ ہوا اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے حسد رکھنے لگا۔

فبغى عليهم: ذكروا من أنواع بغيه الكفر والكبر، وحسده لموسى على النبوة، ولهارون على الذبح والقربان، وظلمه لبني إسرائيل حين ملكه فرعون عليهم، ودسه بغيا تكذب على موسى أنه تعرض لها، وتفضحه بذلك في ملأ من بني إسرائيل(البحر المحيط، ج٨ص ٣٢٣، سورة القصص)

بعض حضرات کے نزدیک حضرت موسیٰ نے قارون کو زکاۃ نکالنے کا حکم دیا، تو قارون کہنے لگا اب تک موسیٰ (علیہ السلام) کے احکام ہم نے برداشت کئے، مگر ان کی نظر اب ہمارے مال پر پڑنے لگی ہے، تو کیا تم لوگ اس کو برداشت کرلو گے، اس پر کچھ خوشامدی لوگ اس کے ہمنوا ہو گئے۔

وثانيها: قيل إن قارون كان يؤذى نبي الله موسى عليه السلام كل وقت وهو يداريه للقرابة التي بينهما حتى نزلت الزكاة فصالحه عن كل ألف دينار على دينار، وعن كل ألف درهم على درهم فحسبه فاستكثره فشحت نفسه فجمع بني إسرائيل، وقال:إن موسى يريد أن يأخذ أموالكم (تفسير الرازي، ج٢٥ ص١٧، سورة القصص)

روى ابن أبي شيبة في المصنف وابن المنذر وابن أبي حاتم والحاكم وصححه وابن مردويه عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن قارون كان ابن عم موسى عليه السلام وكان يتبع العلم حتى جمع علما فلم يزل في ذلك حتى بغى على موسى عليه السلام وحسده، فقال موسى: إن الله تعالى أمرني أن آخذ الزكاة فأبى فقال: إن موسى عليه السلام يريد أن يأكل أموالكم جائكم بالصلاة وجائكم بأشياء فاحتملتموها فتحتملوه أن تعطوه أموالكم(روح المعاني، ج١٠ ص٣٢٨، سورة القصص)

حدثنا أبو كريب، قال: ثنا جابر بن نوح، قال: أخبرنا الأعمش، عن المنهال بن عمرو، عن عبد الله بن الحارث، عن ابن عباس، قال: لما نزلت الزكاة أتى قارون موسى، فصالحه على كل ألف دينار دينارا، وكل ألف شيء شيئا، أو قال: وكل ألف شاة شاة "الطبرى يشك "قال: ثم أتى بيته فحسبه فوجده كثيرا، فجمع بني إسرائيل، فقال: يا بني إسرائيل، إن موسى قد أمركم بكل شيء فأطعتموه، وهو الآن يريد أن يأخذ من أموالكم الخ(تفسير الطبرى، ج١٩ ص٦٣٠، سورة القصص)

[2] وقوله: إذ قال له قومه لا تفرح إن الله لا يحب الفرحين أي وعظه فيما هو فيه صالحو قومه، فقالوا على سبيل النصح والإرشاد: لا تفرح بما أنت فيه، يعنون لا تبطر بما أنت فيه من المال، إن الله لا يحب الفرحين (تفسير ابنِ كثير، ج٦ص٢٢٨، سورة القصص)

www.idaraghufran.org

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ (سورة القصص، رقم الآية ٧٦)

یعنی ”یقیناً قارون موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم ہی سے تھا، لیکن اس نے ان کے خلاف سرکشی کی، اور اس کو ہم نے اتنے خزانے دے رکھے تھے کہ ان کی چابیاں ایک طاقتور جماعت مشکل سے اٹھا سکتی تھی، جب اس سے کہا اس کی قوم کے لوگوں نے کہ اتراؤ مت، یقیناً اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا“۔

قرآن مجید میں اس کے خزانوں کی چابیاں اٹھانے والوں کے لیے ”عصبۃ“ کا لفظ استعمال ہوا ہے ”عصبہ“ کے معنیٰ ”جماعت“ کے ہیں، جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس کے خزانے اتنے زیادہ تھے کہ ان کی کنجیاں اتنی تعداد میں تھیں کہ ایک قوی جماعت بھی ان کو اٹھائے، تو بوجھ سے جھک جائے، اور ظاہر ہے کہ تالے کی کنجی بہت ہلکے وزن کی رکھی جاتی ہے، جس کا اٹھانا، اور پاس رکھنا مشکل نہ ہو، مگر تعداد کی کثرت کی وجہ سے یہ اتنی ہوگئی تھیں کہ ان کا وزن ایک قوی جماعت بھی آسانی سے نہ اٹھا سکے۔ [1]

اور بنی اسرائیل کے صالحین نے اس کو نصیحت کی کہ مال ودولت پر اترانا اچھا نہیں، اور ان ناصحین نے یہ بھی کہا کہ اللہ نے جو مال ودولت تجھ کو عطا کیا ہے، اس کے ذریعے دارِ آخرت کو طلب کر، یعنی اس دارِ فانی پر مطمئن نہ ہو، اور اس مالِ فانی کو دارِ آخرت کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنا، اور اللہ کے بندوں کے ساتھ احسان کر، جیسا کہ اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا، یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ہے، جس سے اللہ کی نعمتیں اور زیادہ ہوں گی، اور اللہ کی نافرمانی کر کے زمین میں فساد مت پھیلا، اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

---

[1] والعصبة الجماعة الكثيرة من غير تعيين لعدد خاص على ما ذكره الراغب، ومن أهل اللغة من عين لها مقدارا ،واختلفوا فيه فقيل من عشرة إلى خمسة عشر وهو مروى هنا عن مجاهد، وقيل: ما بين الخمسة عشر إلى الأربعين وروى ذلک عن الكلبى، وقيل: ما بين الثلاثة إلى العشرة، وقيل: من عشرة إلى أربعين وروى هذا عن قتادة وقيل: أربعون، وروى ذلک عن ابن عباس، وقيل: سبعون، وروى ذلک عن أبى صالح مولى أم هانىء وقال الخفاجى: قد يقال إن أصل معناها الجماعة مطلقا كما هو مقتضى الاشتقاق ثم إن العرف خصها بعدد واختلف فيه أو اختلف بحسب موارده (روح المعانى، ج١٠ ص٣١٧، سورة القصص)

www.idaraghufran.org

چنانچہ سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ (سورة القصص، رقم الآية ۷۷)

یعنی''اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے، اس سے دارِ آخرت حاصل کرنے کی کوشش کرو، اور مت بھولو تم دنیا سے اپنا حصہ، اور لوگوں کے ساتھ احسان کرو، جیسے اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے، اور زمین میں فساد مت مچاؤ، یقیناً اللہ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

کیونکہ اللہ کی معصیت اور اس کی نافرمانی، اور اللہ کے دیئے ہوئے مال و دولت کو اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرنا بھی فساد ہے۔

علمی و تحقیقی رسائل (جلد21)

(1)...''عمل بالحدیث'' کا حکم

(2)...ایک غالیانہ تحریر کا علمی محاسبہ

مصنف: مفتی محمد رضوان خان

ناشر: ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان، فون:051-5507270

www.idaraghufran.org

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

عیادت میں تسلی دینے کی اہمیت

جس طرح بیماری اور مرض کے علاج کی مختلف تدابیر ہیں، جن میں مریض کو پرہیز کرانے کے ساتھ ساتھ، دواء استعمال کرائی جاتی ہے، اسی طرح مریض کو تسلی دینا بھی علاج کا حصہ ہے۔

مریض کے دل کو خوش کرنا، اور اس کی ہمت بڑھانا، اور مریض کے ساتھ اس طرح کی باتیں کرنا، جس سے مریض کو امید حاصل ہو، یہ طرزِ عمل بعض اوقات بیماری کو ختم کرنے، یا کم از کم بیماری کو ہلکا کرنے میں بہت تاثیر رکھتا ہے، اور اس طرزِ عمل سے روح اور اعضاء دونوں ہی میں جان آ جاتی ہے، اور طبیعت بیماری اور تکلیف کو روکنے اور ختم کرنے میں مضبوط ہو جاتی ہے۔

مریض کی عیادت اور تیمارداری کی دینِ اسلام میں بہت فضیلت بیان ہوئی ہے، اور مریض کی عیادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ، وَفُكُّوا الْعَانِيَ (بخاری، رقم الحدیث ۵۶۴۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ، اور مریض کی عیادت (تیمارداری) کرو اور قیدیوں کو چھڑاؤ (بخاری)

اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَائِدُ الْمَرِيْضِ فِيْ مَخْرَفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ (مسلم، رقم الحدیث ۳۰ "۲۵۶۸")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیمار کی عیادت کرنے والا جنت کے باغ میں ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے (مسلم)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

www.idaraghufran.org

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ اِمْرِءٍ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا إِلَّا ابْتَعَثَ اللّٰهُ سَبْعِيْنَ أَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ فِيْ أَيِّ سَاعَاتِ النَّهَارِ كَانَ حَتّٰى يُمْسِيَ وَأَيِّ سَاعَاتِ اللَّيْلِ كَانَ حَتّٰى يُصْبِحَ (ابن حبان، رقم الحديث ٢٩٥٨، إسناد صحيح على شرط مسلم)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو آدمی بھی کسی مسلمان کی دن کے کسی وقت میں عیادت کرتا ہے، تو اللہ ستر ہزار فرشتوں کو بھیجتا ہے، جو اُس کے لئے شام ہونے تک مغفرت کی دعاء کرتے ہیں، اور اگر رات کے کسی حصہ میں عیادت کرتا ہے، تو وہ فرشتے صبح ہونے تک اُس کے لئے مغفرت کی دعاء کرتے ہیں (ابن حبان)

اور نبی ﷺ جب کسی مریض اور بیمار کی عیادت کرتے، تو اس کو تسلی دیتے تھے، اور فرماتے تھے کہ:

یعنی کوئی ڈر نہیں (یعنی بیماری سے غم نہ کھاؤ اس لیے کہ) یہ بیماری (گناہوں سے) پاک کرنے والی ہے اگر اللہ چاہے (بخاری، حدیث نمبر ۵۶۶۲)

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیمار شخص کو یہ کہنا بھی ثابت ہے کہ:

كَفَّارَةٌ وَطَهُوْرٌ.

ترجمہ: (یہ بیماری) کفارہ اور پاکی (کا ذریعہ ہے) (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۳۶۱۶)

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مریض کے تکلیف والے مقام پر ہاتھ رکھ کر یہ فرماتے تھے کہ:

بِسْمِ اللّٰهِ، لَا بَأْسَ لَا بَأْسَ، أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا.

ترجمہ: بسم اللہ، کوئی ڈر نہیں، کوئی ڈر نہیں، لوگوں کے رب، تکلیف کو دُور کر دیجئے، اور شفاء دیدیجئے، آپ ہی شفاء دینے والے ہیں، آپ کے علاوہ کہیں سے شفاء نہیں مل سکتی، ایسی شفاء دیجئے، جو بیماری کا نام ونشان بھی نہ چھوڑے (مسند ابو یعلیٰ، حدیث نمبر ۴۴۵۹)

﴿بقیہ صفحہ نمبر 62 پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

❏......6/ جمادی الاخریٰ، بروز بدھ، ادارہ کے شعبہ حفظ میں ششماہی امتحانات منعقد ہوئے، جناب مولانا غلام بلال صاحب نے، شعبہ حفظ کا امتحان لیا۔

❏......تعمیرِ پاکستان سکول میں 15/ جمادی الاولیٰ (30/نومبر) بروز جمعرات، سے 24/ جمادی الاولیٰ (9/دسمبر) بروز ہفتہ تک دوسرے وسط مدتی (سیکنڈ ٹرم) امتحانات منعقد ہوئے، اور 27/ جمادی الاولیٰ بروز منگل امتحانات کے نتائج فراہم کیے گئے۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ نمبر 61 ''عیادت میں تسلی دینے کی اہمیت''﴾

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ مریض کی عیادت کے وقت اس کو تسلی دینا، بھی مریض کے علاج میں مفید ثابت ہوتا ہے۔

مزید یہ کہ بہت سی بیماریاں ایسی ہیں، جن کا تعلق نفسیات سے ہے، ایسی بیماری کو نفسیاتی بیماری سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، نفسیاتی بیماری میں اگر مریض کو کسی ہمدرد اور خیر خواہ سے تسلی حاصل ہو جائے، تو بعض اوقات مریض کی آدھی بیماری ختم ہو جاتی ہے۔

اس لئے مریض کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیئے، اس سے ایک طرف تیماردار کو اجر وثواب حاصل ہوتا ہے، تو دوسری طرف بیمار کو صحت اور تندرستی حاصل ہونے میں بھی مدد ملتی ہے، اس کے برعکس مریض اور بیمار کے ساتھ بداخلاقی کا رویہ یا مریض کا مذاق بنانا، درست نہیں۔

www.idaraghufran.org